سندھ کے مشائخِ نقشبند اور مکتوب نگاری

خانقاہی ادب[1] میں اصلاحی پہلو کے حوالے سے مکتوب نگاری کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے۔ مشائخ نے دوسرے علاقوں میں مقیم اپنے مریدوں، عقیدت مندوں اور دیگر سائلوں کو صراطِ مستقیم پر گام زن کرنے کے لیے مکتوبات کو ذریعہ بنایا۔ مکتوبات وہ صنف ہے، جسے انبیا کرامؑ نے بھی اصلاح کا وسیلہ بنایا تھا۔ اوّلین خط کا تذکرہ حضرت سلیمانؑ کے حوالے سے قرآن میں مذکور ہُوا ہے۔ ترجمہ: ''یہ میرا خط لے جا اور اِسے اُن کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔''[2] پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دعوتی مکتوبات[3] کی روایات اسلامی تاریخ کا حصہ ہیں۔ اِن روایات کے امین خانقاہوں سے وابستہ مشائخ بھی ہیں۔ مکاتیب کے حوالے سے مشائخِ نقشبند کی دینی، علمی، خانقاہی، ادبی اور اصلاحی خدمات قابلِ تقلید ہیں۔ مذکورہ روایات کے امین سندھ کے مشائخِ نقشبند بھی رہے ہیں جنھوں نے اپنے اکابرین کے مکتوبات کی اشاعت، ترتیب وتہذیب، تراجم اور خود مکاتیب تحریر کر کے خانقاہی ادب کے ذخیرے میں اضافہ کیا ہے۔

''ادارہ مجدّدیہ'' کراچی کو محمد اعلیٰ ؒ[4] نے ۱۹۶۴ء میں قائم کیا۔[5]، اور انھیں کی زیرِ نگرانی یہ ادارہ اشاعتی فرائض انجام دیتا رہا۔ محمد اعلیٰؒ، سید زوّار حسین شاہؒ[6] کے خلیفہ اور مریدِ خاص تھے۔ اس ادارے نے ''مکتوباتِ مجدّد الف ثانیؒ'' فارسی اور ''مکتوبات معصومیہ'' فارسی کو مکمل شائع کیا۔ ان کی ترتیب وتدوین حضرت سید زوّار حسین شاہ ؒ کے ارشاد پر کی گئی تھی۔ اسی ادارے نے مذکورہ بالا مکاتیب کے اردو ترجمے بھی شائع کیے۔ یہ تراجم سید زوّار حسین شاہؒ نے کیے تھے۔

سید زوّار حسین شاہ ؒ کے فرزند ارجمند سید فضل الرحمان[7] کی زیرِ سرپرستی اور پوتے سید عزیز الرحمان[8] کے زیرِ انتظام ''زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز'' کراچی مکتوبات کی اشاعت میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اسی ادارے کے زیرِ اہتمام ''خطوطِ ہادیِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''[9] کے عنوان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبات شائع ہوئے۔ جس کی ترتیب وتحقیق سید فضل الرحمان نے کی۔ اس مجموعے میں مکتوبات کے عکس اور ان کے اردو ترجمے، مکتوب الیہ کے حالات، خط کا ردِّ عمل اور خط کے دریافت ہونے کی تفصیل بھی فراہم کی گئی ہے۔ جہاں جہاں سے لوازمہ لیا گیا ہے، ان کے حوالے بھی درج کیے گئے ہیں۔ اس کی اشاعت اوّل ۱۹۹۵ء میں ہوئی تھی۔ اس ادارے نے ''مکتوباتِ معصومیہ''[10] کے دفتر دوم اور سوم کے اردو تراجم کی اشاعتِ ثانی کا اہتمام بھی کیا۔ ان مکتوبات کی اشاعت کا سنہ نہیں دیا گیا ہے۔ عموماً زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی کی مطبوعات میں جدید کمپیوٹر کمپوزنگ، سنہ اشاعت، طبع اوّل یا ثانی اور دیگر ضروری تفصیلات ہوتی ہیں۔ پیش کش سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں ادارۂ مجدّدیہ کی شائع شدہ کتب کی فلمیں لے کر شائع کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا مکتوبات کے علاوہ اس ادارے نے مولانا دوست محمد قندھاریؒ[11] کے خطوط کا اردو ترجمہ بہ عنوان ''تحفۂ

ابراہیمیہ'' کی اشاعتِ ثانی ۱۹۹۸ء میں کی۔ اس سے قبل یہ خطوط حاجی قربان بیگ کے زیرِ اہتمام ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ اشاعتِ ثانی میں کمپیوٹر کمپوزنگ ہے اور شاعتِ اوّل کی خامیوں کو بھی دُور کیا گیا ہے۔۱۲ ان مکتوبات کا ترجمہ صوفی محمد احمد زوّاریؒ۱۳ نے کیا ہے۔ اِن ہی کا ترجمہ کردہ مکتوبات کا مجموعہ ''تحفۂ زاہدیہ'' ہے جو مولانا خواجہ محمد عثمان دامانیؒ ۱۴ اور مولانا خواجہ سراج الدینؒ ۱۵ کے خطوط پر مشتمل ہے۔ اس کی طبع اوّل ۱۹۶۸ء اور طبع ثانی ۲۰۰۰ء میں ہوئی۔ عرضِ ناشر سے گمان ہوتا ہے کہ اس کی اشاعتِ اوّل حاجی قربان بیگ کے زیرِ اہتمام ہوئی ہوگی۔ طبع ثانی کو کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کیا ہے اور حسنِ ترتیب کا خاص خیال رکھا گیا ہے یعنی کتاب کو دو حصّوں میں تقسیم کرکے حصّہ اوّل میں خواجہ محمد دامانی کے حالاتِ زندگی اور مکاتیب اور حصّہ دوم خواجہ سراج الدین کے حالات اور مکاتیب پیش کیے گئے ہیں۔

''تحفۂ زوّاریہ'' کو بھی زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا ہے۔ اِس میں ''شاہ احمد سعیدؒ ۱۶ کے مکتوبات ہیں۔ اِن فارسی مکتوبات کا ترجمہ ظہیر الدین بھٹی نے کیا ہے۔ جن کا تعلق پنجاب سے ہے، جب کہ مرتب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ ہیں۔ یہ خطوط مخطوطے کی شکل میں خانقاہ موسیٰ زئی میں محفوظ تھے، وہاں سے حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ نے حاصل کیے اور مرتب فرما کر، اپنے شیخ حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہؒ کے نام منسوب کرکے ''تحفۂ زوّاریہ'' کے نام سے شائع کیے۔۱۷

سندھ کے مشائخ نقشبند کی زیرِ سرپرستی اور زیرِ انتظام جن اداروں نے مشائخ نقشبند کے مکتوبات کی اشاعت میں کردار ادا کیا ہے۔ اُن میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ ۱۸ کا اہم کردار رہا ہے۔ آپؒ نے ''انتخابِ مکتوباتِ امام ربانیؒ'' ۱۹ کو پہلی بار ۱۹۶۱ء اور دوسری اور تیسری بار بالترتیب ۱۹۶۳ء اور ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ اس انتخاب کا ترجمہ ہدایت علیؒ جے پوری ۲۰ نے دورانِ اسیری کیا تھا۔ ۲۱۔ اس انتخاب پر ڈاکٹر صاحبؒ نے مترجم کا شجرہ اور بہت مختصر حالاتِ زندگی پیش کیے ہیں۔ کتاب میں اشاعت اور ادارے کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ البتہ ڈاکٹر صاحب کے خط میں مذکورہ بالا اشاعتی تفصیلات دی ہیں اور آخر میں آپ کے دستخط ہیں۔ ''مکتوباتِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ'' جس کے تین دفاتر تھے۔ اوّل مرتبہ ۱۳۳۳ھ میں امرتسر سے شائع ہوئے تھے، کم یاب ہوگئے تھے۔ انھیں بڑی دشواری سے آپؒ نے حاصل کیا اور ۱۹۷۲ء میں حیدر آباد سے شائع کیا۔

''ادارۂ مسعودیہ' کراچی جو ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ۲۲ کے زیرِ سرپرستی اشاعتی کام انجام دیتا رہا ہے۔ اس ادارے نے ۱۹۹۹ء میں ''مکاتیب مظہری'' کے نام سے مفتی شاہ محمد مظہر اللہؒ ۲۳ کے مکاتیب کی دونوں جلدوں کو یک جا شائع کیا۔ اس سے قبل پہلی جلد ۱۹۶۹ء میں مدینہ پبلشنگ کراچی نے شائع کی تھی۔ اس کی ترتیب و پیش کش پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کی تھی۔ اس ادارے نے ''مکتوباتِ مسعودی'' (غم نامے اور تعزیت نامے) ۲۰۰۲ء میں شائع کیے۔ ان میں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے وہ تعزیتی خطوط ہیں، جو انھوں نے اپنے عقیدت مندوں اور محبان کو تحریر فرمائے تھے۔ اسے محمد عبد الستار طاہر نقشبندی نے مرتب کیا ہے۔

''مظہری پبلی کیشنز'' کراچی ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے خلیفہ محمد اقبال مظہری ۲۴ کے زیرِ انتظام خانقاہی ادب کی اشاعت کر رہا ہے۔ یہ ادارہ سلسلہ مظہریہ مسعودیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم کیا گیا۔۲۵ جس کے زیرِ اہتمام ''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت'' ۲۰۰۳ء میں شائع کی گئی۔ یہ ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ اس ادارے نے ''مکتوباتِ حضرت مسعودِ لت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری'' کو محرم الحرام ۱۴۲۵ھ/فروری ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔ اسے محمد عبد الستار طاہر نے ترتیب دیا۔

خواجہ محمد عبدالغفار ثانی نے "خانقاہ عالیہ رحمت پور شریف لاڑکانہ" سے "مکتوباتِ غفاریہ" کو ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء میں ترتیب دے کر شائع کیا۔ اس کتاب میں خواجہ محمد عبدالغفار فضلی نقشبندیؒ ۲۶ کے خطوط ہیں۔ اس کی پیش کش اور اشاعتی تفصیل جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی نقشبندی ۲۷ کے زیرِ سرپرستی "اسلامی روحانی مشن پاکستان" کراچی خانقاہی تعلیمات کی ترویج واشاعت میں مصروف ہے۔ اس ادارے نے "مکتوباتِ مقصودیہ" کو شائع کیا۔ اس مجموعے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی نقشبندی کے مکتوبات ہیں جنھیں علامہ محمد ندیم نقشبندی نے مرتب کیا ہے۔ اشاعتی معلومات فراہم کرنے میں احتیاط نہیں کی گئی ہے۔

مشائخ سندھ نے خانقاہی ادب کا ذوق رکھنے والی اردو دنیا کو تراجم کے ذریعے بھی وافر ذخیرۂ ادب فراہم کیا ہے۔ برِصغیر میں مجدّد الف ثانیؒ اور اُن کے فرزند خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات خانقاہی ادب میں اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ان مکاتیب کے اردو تراجم سید زوّار حسین شاہؒ نے کیے۔ ان تراجم کا اسلوب سادہ اور عام فہم ہے کیوں کہ خانقاہی ادب میں اصلاح کو مقصود رکھا جاتا ہے، اس لیے عموماً تصنیف، تالیف اور تراجم میں اس پہلو کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ مولانا سید زوّار حسین شاہؒ نے "مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ" کے سو (۱۰۰) مکاتیب کا ترجمہ کیا تھا، باقی مکتوبات کے تراجم ان کے مریدِ خاص حاجی محمد اعلیٰ نے کیے، جس میں زوّار حسین شاہ صاحب کے انداز اور اسلوب کو قائم رکھا، حاجی محمد اعلیٰ نے مختلف کتب، مقالات اور مضامین میں مکتوبات مجدد الف ثانیؒ کے جو تراجم تھے، انھیں بعینہٖ رہنے دیا، اور تمام دفاتر پر زوّار حسین شاہؒ ہی کا نام تحریر کیا ہے۔ سبب یہ بیان کیا، کیوں کہ ترجمے کا زیادہ تر حصّہ اور تشریح وتعلیقات، نیز مکتوب الیہم اور دیگر بزرگوں کے تذکرے وغیرہ حضرت شاہ صاحبؒ کی کتب سے ماخوذ ہیں، اس لیے ترجمے کو ان ہی کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ ۲۸ اب ان دو تراجم میں فرق محسوس کرنا آسان نہیں ہے۔ تراجم کی زبان اور بیان سادگی کے ساتھ عام فہم بھی ہیں۔ مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب سے ایک جزو کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

> "حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے دنیا کو آخرت کھیتی قرار دیا ہے، وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانے سے سو دانے نہ اور اس (قیامت کے دن) دن کے لیے کہ (جس دن) بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی، کچھ ذخیرہ نہ کرے، ایسے شخص کو دنیا وآخرت کے خسارے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں اور دونوں جہان کی حسرت وشرمندگی کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔" ۲۹

مذکورہ بالا پیراگراف سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آپ نے سادگی بیان کے ساتھ اسلوب میں روانی کے لیے قوسین میں چند الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے، جس سے مکتوب واضح اور بآسانی فہم میں آجاتا ہے۔ یہ اندازِ تحریر سید زوّار حسین شاہ کے دیگر تراجم میں بھی نظر آتا ہے کیوں آپ تحقیقی مزاج کے حامل تھے۔ اس لیے مکتوبات کے تراجم میں بھی یہ صفت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اس خوبی کا اعتراف محمد نذیر رانجھا نے یوں کیا ہے کہ آپؒ نے خداداد صلاحیت کی وجہ سے دقیق عبارات کو بھی عام فہم اور انتہائی آسان زبان میں منتقل کیا ہے، اس کے علاوہ متن میں شامل قرآنی آیات، احادیث، عربی عبارات کے اعراب اور حوالہ جات بھی تحریر کیے۔ مزید برآں مختلف شخصیات، مقامات اور صوفیانہ اصطلاحات اور مقامات پر حواشی اور تعلیقات بھی درج کیے۔ جو ان کے محققانہ مزاج کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ۳۰ سید زوّار حسین شاہؒ نے مجدّد الف ثانیؒ کے مزید خطوط کے تراجم کیوں نہیں کیے تھے۔ اس کی

وضاحت محمد اعلیٰؒ نے یہ بیان کی ہے کہ مزید مکتوبات کے تراجم اس لیے نہیں فرمائے کہ ان کے اردو تراجم ہو چکے تھے۔ اگر چہ کہ ان کا اسلوب خانقاہی مزاج سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ بعد ازاں انھوں نے اس علمی کام کا رخ بدل کر "مکتوبات معصومیہ" کی طرف کر دیا۔[۳۱]

"مکتوباتِ معصومیہ" برِّ صغیر کی اہم خانقاہی کتب میں شامل ہے۔ ان مکتوبات کے بارے میں سیّد زوّار حسین شاہؒ فرماتے ہیں کہ

> "یہ بھی مکتوباتِ مجدّد الف ثانیؒ کی طرح بہت بلند درجے کے حامل۔ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے ساتھ ادب و انشا کا شاہ کار ہیں۔ ان مکتوبات میں سالکانِ طریقت کو پیش آنے والے مسائل کے جوابات، خوابوں کی تعبیرات، فقہی مسائل اور مکتوباتِ مجدّد الف ثانیؒ کے ادق مقامات کی تشریح شامل ہے۔"[۳۲]

زوّار حسین شاہؒ نے مکتوباتِ معصومیہ کو اردو داں طبقے سے متعارف کرایا، آپ اس کے پہلے مترجم ہیں۔ اس ترجمے میں بھی آپ کا اسلوبِ نگارش نمایاں ہے۔ جس کے بارے میں اعجاز احمد اعظمی لکھتے ہیں۔

> "ایسا سلیس اور عام فہم کہ جسے بھی مناسبت ہو، وہ آسانی سے سمجھ جائے جو مضامین ادق اور بلند ہیں، انھیں عام عقل و ذہن پر اُتارنا تو ممکن نہیں، لیکن ترجمہ کی سلاست اور عمدگی نے انھیں اصحابِ فنِ سلوک کے لیے سہل کر دیا۔"[۳۳]

مکتوبات معصومیہ میں خانقاہی اسلوب کے ساتھ ادبی تنقید کے پہلو بھی ہیں۔ خواجہ معصومؒ کے ایک مرید محمد مقیم قصوری نے اپنے عربی اور فارسی اشعار برائے ملاحظہ ارسال کیے تو آپ نے انھیں جو جواب تحریر فرمایا، اس میں مقصد کو مقدّم رکھا، یعنی معنی کو عبارت پر فوقیت دی، خانقاہی ادب اور خانقاہی نظام میں ہر عمل میں مقصد کو تقدم حاصل ہوتا ہے۔ اس جواب میں عارفانہ نکات کے ساتھ ادبی چاشنی اور تنقیدی پہلو بھی نمایاں ہے۔ درج ذیل اقتباس طویل ضرور ہے مگر اس سے ترجمے کے اسلوب کا بھی بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

> "آپ نے اپنے عربی و فارسی اشعار ارسال کیے تھے۔ ان کا مطالعہ کیا گیا۔ اچھے ہیں۔ اس برادر گرامی کی اس قدر بزرگی دوستوں کو (ہمیں) معلوم نہیں تھی، خدا کرے یہ بزرگی اور زیادہ، قُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا (سورہ ۲۰، آیت ۱۱۴) ترجمہ کہہ دیجیے کہ! اے میرے ربّ میرا علم زیادہ فرما دیجیے۔ لیکن عربی کے شعر میں علوم عربیہ کے قواعد کی رعایت ضروری ہے جب تک اُن علوم میں مہارت نہ ہو عربی کے شعر میں الجھنا کیا ضروری ہے۔ میرے مخدوم! شعر اور اس کی مانند کوئی دوسری چیز خواہ کتنی بھی بلند درجے پر پہنچ جائے صوری (ظاہری) فضائل میں داخل ہے کہ اہلِ معنی کے نزدیک اعتبار کے احاطے سے ساقط ہے۔
>
> قومے ز وجود خویش فانی
> رفتہ ز حروف در معانی
>
> (ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے، وہ حروف سے معانی کی اندر چلی گئی ہے۔) کوشش

کریں کہ اس معنی سے جس کو کہ سیرِ معشوق در عاشق سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ عاشق کا نفی ہو جاتا ہے، کلی طور پر حظ حاصل کریں، معنی حاصل ہونے کے بعد حروف کے ساتھ تعلق رکھنا نقصان نہیں پہنچائے گا۔ع

ہر چہ خوباں کنند خوب آید
(جو کچھ حسین کرتے ہیں اچھا ہوتا ہے۔)

معنی کے محقق ہونے سے پہلے صورتوں اور حرفوں میں رہ جانا بے کار کی بات، کہنے اور سننے سے کوئی کام نہیں چلتا، ذلت و عاجزی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ رہنا درکار ہے اور فنائیت اور نیستی کی صفت کے ساتھ جو حقیقت میں کمال بے دمغی اور بے رسمی ہے، متواتر مراقبہ مطلوب ہے ایسا ہو کہ معنی کی چاشنی کا ایک قطرہ اس کی جان کے حلق میں ٹپکائیں اور اس سے اُس کو ابدی سیرابی عطا کر دیں۔"۳۴

سلسلہ نقشبندیہ کے تین اور مشائخ کرام کے مکتوبات فارسی سے اردو قالب میں ڈھالے گئے۔ان میں مولانا حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے مکتوبات "تحفۂ ابراہیمیہ" اور مولانا خواجہ محمد عثمان داماتیؒ اور مولانا خواجہ سراج الدینؒ کے مکتوبات "تحفۂ زاہدیہ" کے نام سے صوفی محمد احمد نقشبندی زوّاریؒ نے ترجمہ کیے۔ان تراجم کے محرکات کے بارے میں مترجم لکھتے ہیں کہ روحانی امراض کے تدارک کے لیے شیخ کامل اور روشن ضمیری ہستی کی صحبت بھی ناگزیر ہے، کیوں کہ وہ مردِ کامل شریعتِ مطہرہ کا پابند ہوتا ہے۔اور اسی مقصد کے حصول کی خاطر تصنیف و تالیف کا سلسلہ مفید ہوا، مگر بیش تر بزرگان کی تصنیفات عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں اور ہمارے ملک میں ان زبانوں کے واقف بتدریج کم ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے ان کتب کے اردو تراجم شائع کیے گئے۔۳۵ اس کے علاوہ ان مکتوبات کے ترجمے کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ خواجہ سراج الدینؒ کے فرزند خواجہ محمد ابراہیمؒ نے صوفی محمد احمدؒ کو اردو تراجم کی تصحیح عبارت کا فرمایا، اس فرمان کی تعمیل کے بارے میں صوفی محمد احمدؒ فرماتے ہیں کہ

"تعمیل میں جو کچھ کر سکا ہوں، وہ آپ کے سامنے ہے۔تاہم اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اردو ترجمہ میں تصحیح اس نااہل کے بس کی بات نہیں تھی، البتہ جہاں عبارت گنجلک ہو گئی تھی، اسے صاف اور سادہ بنانے کی جسارت ضرور کی ہے۔"۳۶

آخری الذکر جملوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکمل ترجمہ صوفی محمد احمد کا نہیں ہے، ممکن ہے ابتدائی کام خواجہ ابراہیمؒ نے کیا ہو اور اس کی تکمیل صوفی محمد احمدؒ کے ہاتھوں ہوئی ہو۔اس بات کی تصدیق صوفی محمد احمد کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو "تحفۂ زاہدیہ" کے "عرض معروض مترجم" میں تحریر ہے۔"اس بات کا خاص اہتمام برتا گیا ہے کہ اصلی فارسی نسخوں سے کوئی چیز چھوٹنے نہ پائے۔عبارت صاف اور سادہ بنانے کی کوشش کی ہے۔حضرت خواجہ محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اردو ترجمے کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔"۳۷

"تحفۂ ابراہیمیہ" میں شامل مکاتیب میں علم و معرفت کے قیمتی موتی، معرفت کے دقیق مسائل، اصلاحِ عقائد اور رائج الوقت پیری اور مولویت پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ان مکتوبات میں انھوں اپنے خلفا کو نصیحتیں بھی کی ہیں، جن میں حاکموں اور

امیروں کی صحبت سے گریز اور نذر ونذرانے قبول کرنے سے احتراز جیسی نصیحتیں شامل ہیں۔ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

''جو شخص آسمانوں کی سیرا اور پرواز کر جانے کا علم حاصل کرنے یا کشف وکرامات وخوارقِ عادات کے حصول کے لیے عبادت اور ذکر کرتا ہے تو وہ ان چیزوں کی عبادت کرنے والا شمار ہوگا نہ کہ حق تعالیٰ کا۔پس اس طرح وہ اپنی عمر کو ضائع کر رہا ہے۔بزرگوں نے فرمایا کہ علمِ ناسوت اور اس کی سیر کرنا اور اس میں تصرّف کرنا کوئی معتبر نہیں۔''۳۸

''تحفۂ زاہدیہ'' کے مکتوبات میں بھی انتہائی قیمتی گوہر موجود ہیں جو دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے رہنمائی کرتے ہیں۔ان میں صوفیانہ نکات،شرعی معاملات اور سالکان کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے جوابات کے ساتھ اختلافی معاملات پر اعتدال کے ساتھ اظہار خیال کیا گیا ہے۔جس کی موجودہ عہد میں بھی اشد ضرورت ہے۔مولوی محمود شیرازی کو ایک خط میں فرماتے ہیں۔

''مولویوں کے اختلاف اور قیل وقال کو پیشِ نظر رکھ کر اختلافی مسائل پر بحث ومباحثے سے پرہیز کریں اور تنہائی اختیار کریں۔فقیر نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ہاں وقتِ ضرورت اس میں حصّہ لے سکتے ہیں۔اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''۳۹

اسی طرح مولوی نور محمد کو حرف ''ضاد'' کی ادائی کے بارے فرماتے ہیں۔

''صوتِ حرف ''ضاد'' کی ادائی نہ اس طرح صحیح ہے جیسا کہ دامان کے لوگ قریب ''دال'' کے ادا کرتے ہیں اور نہ اس طرح صحیح ہے جیسا کہ اہلِ نجار امشابہ ''بالظا'' ادا کرتے ہیں بلکہ ''ض'' کا سوت ''ذ'' اور ''ض'' کے درمیان ہے۔حضرت قبلہ وکعبہ نے عراق کے قاریوں سے بغداد شریف میں تجوید سے قرآن شریف پڑھنا سیکھا تھا۔آپ فرماتے تھے کہ یہ اختلاف فتوے وغیرہ کے لکھنے سے دُور نہیں ہوسکا،بلکہ اختلاف کا منشا صوت کے سننے پر موقوف ہے۔فقیر کو اس معاملے میں معذور تصوّر فرمائیں۔''۴۰

صوفی محمد احمدؒ کے تراجم زبان وبیان کے حوالے سے تو اہمیت کے حامل ہیں۔کیوں کہ ان کی زبان سادہ،عبارت عام فہم اور اسلوب رواں ہے جو خانقاہی مزاج سے ہم آہنگ ہے مگر ان تراجم میں وہ صفات اور خوبیاں نہیں ہیں،جو زوّار حسین شاہؒ کے تراجم میں ہیں یعنی انھوں نے ہر فارسی اور عربی عبارت کا اردو ترجمہ دیا ہے جب کہ مذکورہ مکتوبات کے ترجمے میں کہیں کہیں فارسی اور عربی عبارات کے ترجمے نظر آتے ہیں مگر تمام مقامات پر یہ انداز نہیں برتا گیا۔اس کے علاوہ سید زوّار حسین شاہؒ کے ہاں جو قوسین کے ذریعے وضاحتیں دی گئیں ہیں۔وہ بھی ان تراجم میں مفقود ہیں۔اسی طرح تحقیقی مزاج بھی ان مکتوبات میں نہیں برتا گیا جو سید زوّار حسین شاہؒ کے مکتوبات مجدد الف ثانیؒ اور مکتوبات معصومیہ میں نظر آتا ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کے مکتوبات کی ترتیب وتہذیب اور تدوین میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ کا کردار خصوصیت رکھتا ہے۔انھوں نے ''تحفۂ زوّاریہ'' کو ترتیب دیا،جو شاہ احمد سعیدؒ دہلوی کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔یہ پہلی بار ۱۹۵۵ء اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔۴۱ خواجہ عبدالاحدؒ سرہندی کے خطوط کو ''گلشنِ وحدت'' کے نام سے مرتب کیا۔انھیں صاحب مکتوب

کے خلیفہ شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے جمع کیا تھا۔ اِس میں ڈاکٹر صاحبؒ نے خطوط کا تحقیقی جائزہ لینے کے ساتھ تعلیقات کو بھی شامل کیا ہے۔ یہ مکاتیب ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئے۔ ''مکتوباتِ خواجہ عبیداللہؒ سرہندی'' کو کابل سے حاصل کر کے ۱۹۷۶ء میں شائع کرایا۔ ''لوائح خانقاہِ مظہریہ'' میں مظہر جانِ جاناں[۴۲] اور ان کے سلسلے سے وابستہ اشخاص کے خطوط ہیں۔ انھیں ۱۹۷۵ء میں کتابی صورت دی گئی۔ اس کی کتابت سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی جام شورو ڈاکٹر نجم الاسلام نے فرمائی تھی۔ ''مکتوباتِ معصومیہ'' کی ترتیب وتہذیب کا کام اپنے مرشد سید زوّار حسین شاہؒ کے ارشاد پر کیا۔ خطوط کا یہ مجموعہ ۱۹۷۶ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس میں ڈاکٹر صاحبؒ نے فارسی میں مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ خواجہ معصومؒ کے منجھلے صاحب زادے خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے خطوط ''وسیلۃ القبول الی اللہ، الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء اور دوسری مرتبہ ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئے۔ یہ نسخہ شاہ فضل احمدؒ سرہندی کی خانقاہ (پشاور) کے سجادہ نشین مولانا عبیداللہ جان نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ کو عطا کیا تھا۔ اس نسخے کو ۱۲۴۲ھ میں کسی بدخط اور غلط نویس نے رقم کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے رفقا کی مدد سے تصحیح فرمائی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ نے ''مکتوباتِ سیفیہ'' کی ترتیب وتدوین بھی کی۔ یہ خواجہ محمد معصومؒ کے فرزند خواجہ سیف الدینؒ[۴۳] کے مکتوبات ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے ان خطوط کی ترتیب مکتوب الیہم کے مطابق فرمائی اور ان کی تاریخی اہمیت کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ نادر مخطوطہ مولانا حشمت علی خانؒ نے رام پور سے ڈاکٹر صاحب کو مرحمت فرمایا تھا۔[۴۴]

سندھ کے مشائخ نقشبند نے مجدد الف ثانیؒ اور دیگر بزرگوں کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے خانقاہی تعلیم کی ترویج کے لیے مکتوب نگاری کو بھی ذریعہ بنایا۔ زیرِ بحث مکتوبات اردو زبان میں ہیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

''مکتوباتِ زواریہ'' اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو سید زوّار حسین شاہؒ نے اپنے مرید خاصؒ اور خلیفہ مجاز ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ کو تحریر کیے تھے۔ اس مجموعے کو گابا سنز کراچی نے شائع کیا ہے۔ کتاب میں اشاعت کی دیگر تفصیلات نہیں دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر مسرور احمد زئی نے بھی اس کا اشاعتِ سنہ درج نہیں کیا ہے۔[۴۵] پروفیسر وکیل احمد کی کتاب سراج الادب جو ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے آخر میں ان مکتوبات کے حصہ دوم کی اشاعت کا ذکر ہے۔[۴۶] اس اعتبار سے یہ ۱۹۹۷ء سے قبل شائع ہوئی ہوگی۔

''مکتوباتِ زواریہ'' میں شامل خطوط ۱۶، ستمبر ۱۹۴۹ء سے ۱۲، ستمبر ۱۹۶۵ء تک کے عرصے میں لکھے گئے۔ بعد ازاں مکتوب نگار کراچی منتقل ہوگئے۔ یوں ان خطوط کا سلسلہ منقطع ہو کر ملاقاتوں میں تبدیل ہوگیا۔ کیوں کہ مرشد کے کراچی تشریف لانے کے بعد ڈاکٹر صاحبؒ حیدرآباد سے شرفِ ملاقات کے لیے کراچی جاتے رہتے تھے۔ یوں بھی ہوتا تھا کہ بعض مرتبہ سید زوّار حسین شاہؒ بھی حیدرآباد قدم رنجہ فرماتے تھے۔[۴۷] یہ مکتوبات مختلف مقامات سے تحریر کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بیش تر کا مقامِ تحریر خیر پور ٹامیوالی ریاست بھاول پور ہے۔

''مکتوباتِ زواریہ'' کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے محرکات میں اوّل تو خانقاہی نظام کی ترویج ہے۔ دوم روحانی اور اخلاقی تربیت ہے۔ سوم۔ باہمی رابطہ ہے۔ جو ایک دوسرے کے حالات سے آگہی، مشکلات میں مشورے اور معاونت کا تبادلہ ہے۔ ان مکتوبات میں زیادہ تر وہ خطوط ہیں جو مکاتیب یا اطلاعات کے جوابات پر مبنی ہیں۔

سندھ کے مشائخ نقشبند کی جو اردو میں مکتوب نگاری منصۂ شہود پر آئی ہے۔ اس میں معاشرے کے اجتماعی معاملات اور فرد کی انفرادی اصلاح کے لیے قیمتی نکتے موجود ہیں۔ ان مکاتیب سے مشائخ کے حالات، مزاج، افکار اور دیگر معلومات سے

آگہی ہوتی ہے۔ جیسے "مکتوباتِ زواریہ" کے مکتوبات سے مکتوب نگار، مکتوب الیہ اور دیگر وابستگان کے نجی حالات اور روزمرّہ کے حالات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں ابوالخیر کشفی کا خیال ہے کہ "اس مجموعے کے بہت سے خطوط دونوں خاندانوں، خاندانِ زوّاریہ اور خاندانِ غلام مصطفیٰ خانؒ کے افراد کی صحت اور بیماریوں کے احوال سے متعلق ہیں۔ اگر ان خطوط کو مجموعے میں شامل نہ کیا جاتا تو مناسب تھا مگر ان خطوط کے مطالعے سے بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے توکل علی اللہ کا اندازہ ہوتا ہے۔" ۴۸ ابوالخیر کشفی نے ان خطوط کی مثالیں نہیں دیں۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد بہت نجی نوعیت کے خطوط سے ہے۔ راقم کے خیال میں ذیل کی نوعیت کے خطوط ہو سکتے ہیں۔

> "اہلیہ ذوالفقار حسین کو اب پہلے سے افاقہ ہے اگرچہ کُلی آرام نہیں۔ غالباً اب لیکوریا کی شکایت ہے اور کمر اور پیڑو میں درد ہے جو غالباً رحم Backward اور Downwards ہونے کی وجہ سے۔۔۔۔ نیز اُون جو گذشتہ سال کراچی سے آئی تھی، سوئیٹر میں رہ گئی۔ اس کے رنگ کا دھاگا ارسال خدمت ہے۔ یہ اٹلی کی بنی ہوئی ہے۔ بہر حال جو بھی ملے۔ رنگ سے رنگ ضرور مل جائے۔ اس کے مطابق چار اونس بھی ہمراہ لا دیں" ۴۹
>
> "آپ کی اہلیہ صاحبہ کی علالت طبع اور آپ کی طرف سے شکی ہونے کی بنا پر آپ کے کرائے ہوئے علاج سے گریز کرنے کا حال معلوم ہو کر افسوس ہُوا۔ عورتوں کا معاملہ بڑا ٹیڑھا ہوتا ہے اور بلطائف الحیل ان سے نبٹنا پڑتا ہے۔ آپ بھی نرمی سے اور کسی ڈھنگ سے ان کو سمجھا دیا کریں اور بیش تر امور میں تولاغرضی ظاہر کرنی پڑتی ہے اور ان کی طبیعت کو آزادی دینی پڑتی ہے تاکہ وہم اور توہمات زیادہ نہ بڑھنے پائیں۔ آپ تو خود دانا اور ماشاءاللہ متحمل مزاج و نرم طبیعت انسان ہیں۔" ۵۰

بلاشبہ یہ بہت نجی معالات ہیں مگر ان سے باہمی محبت کا واضح طور پر پتا چلتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ اپنے مسائل کے تبادلے کا بلاتکلف اظہار اُس اعتماد کو نمایاں کرتا ہے جو آج کے دور میں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے آج کے دور میں نفسیاتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں کیوں کہ کہ آدمی کو ایسے پُرخلوص دوست احباب بھی میسر نہیں، جن سے آدمی دل کی بات کر سکے۔ ایک خط میں کراچی آمد کے حوالے سے کسی تاریخ کو متعین نہ کرنے سے زوّار حسین شاہؒ کی احتیاط کا بھی پتا چلتا ہے۔ الغرض ان مکاتیب میں سلوک کے معاملات بھی ہیں تو کاروبارِ جہاں کے رنگ بھی بکھرے ہوئے ہیں۔ علمی مباحث بھی ہیں تو زندگی گزارنے کے طریقے بھی۔ ان مکاتیب کے مطالعے سے اُن رویوں سے آشنائی ہوتی ہے جن سے آگہی کے بعد انسان نہ صرف خود پُرسکون زندگی گزار سکتا ہے بلکہ معاشرے کے دیگر افراد کی احسن انداز میں رہنمائی بھی کر سکتا ہے۔ ان مکاتیب میں ایسے پہلو بھی موجود ہیں، جن سے مشکلات و مصائب کا شکار لوگوں کی مدد کرنے اور دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

زوّار حسین شاہؒ کے مکاتیب کا اسلوب بیان سادہ اور بے تکلفانہ ہے۔ ان میں عاجزانہ انداز جا بجا نظر آتا ہے، کہیں محسوس نہیں ہوتا کہ یہ خطوط کسی بزرگ نے اپنے مرید کو تحریر کیے ہیں۔ پند و مواعظت اور نصائح کی بھرمار نہیں ہے۔ جہاں کہیں کوئی بات سمجھائی گئی ہے تو برابری کی سطح پر آکر، حوصلہ افزائی کرتے ہوئے۔ جہاں اپنا کام ہے تو اس کا بھی بلاتکلف اظہار کیا ہے۔ اختصار ان خطوط کی ایک خاص بات ہے۔ زبان و بیان روزمرّہ اور عام فہم ہے۔ مکاتیب کی ترتیب تاریخی اعتبار سے کی

گئی ہے۔اسلوب کی مثال دیے گئے اقتباسات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

''مٹی کے تیل اور پٹرول پمپ وایجنسی لیور برادرس کے متعلق رشید اللہ خاں صاحب سے مزید تاکید کردیں کہ کوشش بلیغ جاری رکھیں اور ہمارے علاقے کے ٹورنگ آفیسر کا نام و پتا قیام وغیرہ معلوم کر کے تحریر فرمادیں تاکہ یہاں براہ راست ہمارا آدمی اس سے مل کر کوشش کر لیوے۔''۵۱

''مدینہ منورہ سے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی کا والا نامہ تین چار روز ہوئے موصول ہوا۔آپ کو اور سب کو سلام مسنون اور دعائیں تحریر فرمائیں ہیں۔سب اہلِ خانہ وحاضرین نے بھی ۔اس عاجز نے بھی آپ کا سلام لکھا تھا۔جس کا یہ جواب آیا ہے۔''۵۲

''مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاںؒ'' کو اُن کے مرید خالد محمود نے دو جلدوں میں ترتیب دیا ہے۔جلد اوّل کا اشاعت اوّل ۱۹۹۷ء، حیدرآباد، زبیر پبلی کیشنز اور دوسری جلد اسی پبلی شر کے زیراہتمام اشاعت اول ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔پہلی جلد میں ۴۶ اور دوسری جلد میں ۱۰۲، افراد کو لکھے گئے یہ ۲۹۹، اور ۵۰۹ خطوط اپنے اندر ایک وسیع جہاں رکھتے ہیں کیوں کہ یہ مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو تحریر کیے گئے ہیں۔ان میں علمائے کرام، مشائخ، اساتذہ، شاگرد، عقیدت مند، مریدین، محققین، ضرورت مند وغیرہ سب شامل ہیں۔''مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاںؒ'' کی پہلی اور دوسری جلد میں جن افراد کے نام خطوط تحریر کیے گئے ہیں۔اُن کے نام، شہر اور لکھے گئے خطوط کی تعداد پیش کی گئی ہے۔یہ دونوں فہرستیں معروف نام کی حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہیں مگر دونوں جلدوں کے آغاز میں پہلے مولانا فضل الرحمٰن کے خطوط ہیں۔غالبًا، ان کے روحانی مرتبے کے سبب یا مرشد زادے کے احترام میں ترتیب سے ہٹ کر یہ کام کیا ہے۔ان خطوط سے جہاں ڈاکٹر صاحب کے حالات سے آگہی ہوتی ہے، وہاں اِس دور کے اہم مشاہرین کے بارے میں بھی قیمتی معلومات ملتی ہیں۔

''مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاںؒ'' کے مرتب خالد محمود کا ۱۹۷۵ء سے آپؒ سے تعلق رہا مگر آپؒ کی صحبت سے کماحقہٗ مستفیض نہ ہونے کا اُنھیں قلق تھا۔اس کمی کو دور کرنے اور اپنے تعلق کو استحکام دینے کے لیے آپ کے مکاتیب کو مرتب اور شائع کرنے کا ارادہ کیا، جن کے مطالعہ سے نہ صرف اُن کا اپنا ایمان مستحکم ہوا بلکہ دیگر مریدین اور عقیدت مندوں کو بھی ان سے استفادے کا موقع ملا۔یہ وہ محرک تھا جس نے خالد محمود سے خطوط کو جمع اور انھیں شائع کرنے کا عمل کرایا۔اِن خطوط کی اہمیت میں مزید اضافہ کرنے کے لیے مرتب نے ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاںؒ سے مکتوب الیہم کے مختصر تعارف بھی تحریر کروالیے، جنھیں اُن کے پہلے خط کے حاشیے میں دے دیا گیا ہے۔صرف دو مکتوب الیہ ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ۵۳ اور خاور جمیل ۵۴ کا تعارف شائع نہیں ہوسکا۔ان خطوط کے مجموعوں کی اہمیت یوں بھی ہے کہ بہت سے مکاتیب کا عکس بھی شائع کیا گیا ہے جس سے قاری ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاںؒ کی تحریر اور طریقۂ تحریر سے آگاہ ہوجاتے ہیں۔

''مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خانؒ'' کی تصوّف میں اہمیت کا اندازہ ڈاکٹر سراج احمد خان کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔''اس [مجموعے] میں سالکین (سالک کے مراحل طے کرنے والوں) کے لیے رہ نمائی و استفادہ کا مواد موجود ہے اور تصوف کے حوالے سے نہایت قیمتی نکات شامل ہیں۔''۵۵ بقول پروفیسر عبدالحمید چوہدری ''حضرت ڈاکٹر صاحب کے مکتوبات میں بھی اکثر و بیشتر اپنے دور افتادہ معتقدین کی روحانی تربیت کا یہی طریقہ کارگر رہا ہے۔''۵۶

"مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان ؒ " سے ادبی اکابرین کی کچھ منفرد صفات کا بھی پتا چلتا ہے جیسا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۶ء کو اسلم فرخی کو لکھے گئے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان ؒ کے گھٹنے میں درد رہا جس سے افاقہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تیار کردہ دوا سے ہُوا۔ آپ ؒ نے اسلم فرخی کو بھی اُن سے دوا لینے کا مشورہ دیا ہے۔ ۵۷ گویا ڈاکٹر جمیل جالبی کو طب سے بھی نسبت ہے یا پھر یہ اپنے احباب کی خدمت کے لیے اس نوع کا فرض انجام دیتے ہیں۔ ان خطوط میں کئی بڑی بیماریوں کے علاج بھی تجویز کیے گئے ہیں۔ اس طرح ان خطوط میں کتابوں کی اشاعت اور ان کے بارے میں دیگر معلومات بھی جا بجا نظر آتی ہے۔ لوگوں کی رحلت پر تعزیت نامے بھی ان خطوط کا حصّہ ہیں۔ تو حج، عمرے اور نوکریاں ملنے اور شادی کی خوش خبریاں بھی ان مکتوبات میں شامل ہیں۔ لوگوں کے لیے دعائیں کی گئی ہیں تو ہر خط میں خود کے لیے اور دیگر اعزا و احباب کے لیے درخواستِ دعا بھی کی گئیں ہیں۔ سالکین کو اسباق دیے گئے ہیں تو انھیں احتیاط کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ کہیں باہمی رنجش یا ناچاقی کا پتا چلا تو انھیں اُسے ختم کرنے اور محبت میں تبدیل کرنے کے مشورے اور دعا دی گئی ہے۔ علمی اور تحقیقی معاملات ان خطوط میں زیرِ بحث لائے گئے ہیں تو تنقیدی پہلوؤں کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان ؒ نے اِن خطوط میں طالبانِ علم اور سالکان کی تربیت اور رہبری کے لیے قیمتی نکات، بیماروں کے لیے طبی مشورے، قلوب کی تطہیر کے لیے وظائف و عبادات، تبلیغی طریقہ کار، خوابوں کی تعبیر وغیرہ بیان فرمائی ہے۔ ان مکاتیب سے ہمیں مکتوب نگار کے افکار اور نظریات سے آگہی کے ساتھ اُن کے رجحانات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ یہی نہیں یہ خطوط ان کی علم پروری، ادب دوستی، رجحان سازی اور مذہبی خدمات پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ ۵۸

ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو لکھے گئے خط کا نمونہ ملاحظہ کیجیے۔ جس سے ڈاکٹر صاحب ؒ کی شخصیت کے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

> "میری طبیعت بہت کم زور ہوتی جا رہی ہے۔ سیال کوٹ کے بزرگوں کی فرمائش پر حضرات القدس (دوسرا حصّہ) ترجمہ شروع کر دیا ہے۔ خدا کرے کہ میں کر سکوں اور اللہ پاک کے نزدیک مقبول ہو۔ چاہتا ہوں کہ حواشی مختصر بھی دیتا جاؤں لیکن کہیں موجود ہونے کے باوجود تلاش نہیں کر سکتا۔ آپ ہی مدد فرمائیں۔
>
> ۱۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی ؒ کا سالِ وفات
>
> ۲۔ شیخ محمد غوث گوالیاری ؒ کا سالِ وفات (آپ کی کتاب تھی لیکن خدا جانے اب کہاں ہے)
>
> ۳۔ حضرت غوث گوالیاری ؒ کے خلیفہ مولانا حسن غوثی ؒ کا سالِ وفات۔۔۔
>
> ۔۔۔ یہ عبارت مکتوباتِ شریف میں کس جگہ ہے۔" ۵۹

مذکورہ بالا خط سے کئی پہلو آشکار ہوتے ہیں۔ ایک تو ڈاکٹر صاحب ؒ کی ناسازیٔ طبیعت کا پتا چلتا ہے۔ اس کے باوجود سیال کوٹ کے بزرگوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے، کتاب کا ترجمہ کرنا۔ پھر اس سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول، ترجمے کی اہمیت اور افادیت میں اضافے کے لیے حواشی دینا۔ اگرچہ کہ اس بیماری میں یہ عمل اِس قدر دشوار تھا کہ آپ ؒ موجود کتب کو بھی تلاش کرنے کی حالت میں نہیں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی احتیاط بھی اس مختصر سے خط میں منکشف ہوتی ہے۔ اپنے شاگردِ عزیز ڈاکٹر محمد مسعود احمد ؒ سے مدد کی درخواست، آپ ؒ کی اعلاظرفی اور بڑے پن کو ظاہر کرتی ہے۔ تصوف کے

معاملات میں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف اور ان کی فراہم کردہ معلومات پر یقین۔ یہ تمام پہلو غلام مصطفیٰ خاںؒ کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

''مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ'' کی خصوصیت یہ ہے ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔شاید چند خطوط ہی ہوں گے جو دو یا ڈھائی صفحات پر مشتمل ہوں۔کام کی بات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے، جس سے مطلوب و مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔خط میں ہجری اور عیسوی سن و تاریخ کا استعمال کیا گیا ہے۔کئی خطوط میں صرف تاریخ دی گئی ہیں سال درج نہیں ہے۔تعلق کی نسبت سے بالخصوص خاندان سے تعلق رکھنے والے یا جن سے گھریلو تعلقات ہیں انھیں اپنے اور گھر کے دیگر افراد کے حالات سے آگہی دی گئی ہے۔ان خطوط کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نہ صرف خود دوسروں کے مسائل حل کرنے میں مدد فرماتے تھے بلکہ جہاں اُن کی سلام دعا ہوتی تو اُن کو بھی لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے خط کتابت کرتے تھے۔موجودہ دور میں بہت کم خانقاہوں اور مشائخ میں خدمتِ خلق کا یہ جذبہ رہ گیا ہے۔

> ''پچھلا خط مَیں نے جوش میں لکھ دیا تھا کہ ضرور حلقہ کرایا کریں۔پھر افسوس ہُوا کہ آپ کو خواہ مخواہ زحمت دی آسانی سے ہو سکے تو حلقہ کرا دیا کریں۔ورنہ نہیں۔
> صبح جمعہ ۴ نومبر کو حضرت شاہ صاحب علیہ رحمۃ کے لیے ایصال ثواب، ان کے دولت کدے پر کراچی میں ہوگا، میں کم زوری کی وجہ سے شاید نہ آسکوں۔'' ۶۰

ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ ایک محقق اور ماہرِ رضویات کے حوالے سے معتبر اور معروف ہیں۔آپؒ نے امام احمد رضاؒ کے حوالے سے جس قدر کام کیا، اُس کی مثال نہیں ملتی۔آپؒ نے صرف کام ہی نہیں کیا بلکہ علما اور محققین کو اس کام کی طرف رغبت بھی دلائی۔جس کے نتیجے میں امام احمد رضاؒ پر جو تحقیقی، تنقیدی، ترجموی اور ترتیبی کام ہُوا، وہ بھی اس قدر ہے کہ جس پر مزید کئی تحقیقی مقالے تحریر کیے جاسکتے ہیں۔یوں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کا تحقیقی کام کسی فعال ادارے سے کسی طور کم نہیں ہے۔آپؒ نے ۱۹۶۹ء میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام کا آغاز کیا تھا اس بارے میں دنیا بھر کے لوگوں سے آپؒ کی خط کتابت رہی۔ان خطوط کو صوفی عبدالستار طاہر نقشبندی نے ''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا'' (ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے نام مکتوبات کے آئینے میں) کے نام سے ۱۹۹۲ء میں مرتب کیا۔۶۱۔اس کی اشاعت اوّل ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۵ء میں ہوئی۔

''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا'' میں شامل مکاتیب کا محرک وہ جذبۂ محبت ہے جو ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو امام احمد رضاؒ سے تھا۔جس نے آپ سے اتنا بڑا کام لے لیا۔ساری دنیا میں اس موضوع کو عام کیا مگر اس جذبے میں آپ نے علمی اور تحقیقی انداز برقرار رکھا۔اندھی عقیدت سے دُور رہے۔آپ تحقیق اور علمی کاموں میں کسی بھی قسم کے تعصب اور عقیدت کے قائل نہیں تھے۔''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا'' میں شامل خطوط کا مرکزی موضوع ''رضویات'' ہی ہے۔یہ تمام مکاتیب ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ نے ان افراد کو تحریر کیے ہیں، جو امام احمد رضا کی شخصیت، علمیت، شاعری اور ان کے مقام سے آگہی کے خواہاں رہے یا پھر اُن پر ہونے والی علمی اور تحقیقی کام کے بارے میں جاننے کے خواہش مند تھے۔ان افراد میں علما، مشائخ، اساتذہ، طلبا، دانشور، صحافی، گوشہ نشین، محقق، مقرر، خطیب اور مختلف مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔۶۲

''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا'' ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے۔جو مختلف افراد کو تحریر کیے گئے

۔ان خطوط میں امام احمد رضاؒ پر دنیا بھر میں ہونے والے تحقیقی و علمی کام پر رشنی ڈالی گئی ہے۔ ہر خط میں کوئی نہ کوئی علمی و تحقیقی نقطہ موجود ہے۔ شخصیت، کردار، علم و فن، شاعری، مذہب، نثر، ادب حتیٰ کہ زبان دانی کے بارے میں بھی کئی مفید معلومات ان خطوط میں ملتی ہے۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کو ایک خط میں لفظ ''رضا'' کے بارے میں مولانا محمد جلال الدین قادری کی تحقیق کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''زبان کے معاملے میں اہلِ زبان بڑے اختیارات رکھتے ہیں۔ جب وہ کسی دوسری زبان کے الفاظ کو اپنی زبان میں قبول کرتے ہیں تو

۱۔ کبھی تلفظ بدل دیتے ہیں،

۲۔ کبھی معنی بدل دیتے ہیں،

۳۔ کبھی تلفظ اور معنی دونوں بدل دیتے ہیں،

۴۔ کبھی اصل صورت پر باقی رکھتے ہیں۔

اہلِ زبان کے اس اختیار کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔

۔۔۔اردو میں لفظ ''رَضا'' راء کے فتح کے ساتھ رائج ہے اگر اس کو اس لیے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے کہ عربی میں ایسا ہی ہے تو پھر ''ض'' کے تلفظ کا مسئلہ سامنے آئے گا جو نہایت اہم ہے اور عام اردو داں کے لیے اس کا تلفظ ممکن نہیں۔۔۔۔۔۔۔وہ رضا کو ''رزا'' یا ''رذا'' یا ''رظا'' پڑھتا ہے جو قطعاً عربی تلفظ نہیں۔

انگریزی میں دیسی قارئین کے لیے ''رضا'' RAZA ہی لکھا جاتا ہے۔ البتہ ولایتی قارئین کے لیے ''رِضا'' RIDA لکھا جاتا ہے، بہر حال مستشرقین نے

☆ ''ض'' کے لیے D

☆ ''ز'' کے لیے Z

☆ ''ذ'' کے لیے dh اور

☆ ''ظ'' کے لیے z متعین کیے ہیں۔ ۶۳

''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا'' میں شامل مکاتیب میں امام احمد رضاؒ کی تصانیف کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ ان میں ایک مکتوب میں درج ہے کہ مولانا غلام رسول الہ دین نے ''کنز الایمان'' کا ڈچ اور مولانا اسماعیل حقی ازمرلی نے ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ اول الذکر ۱۹۹۰ء میں ہالینڈ سے اور ثانی الذکر ڈچ زبان کے ساتھ بڑی تقطیع پر شائع ہوا۔ ۶۴ اسی طرح دیگر زبانوں مثلاً انگریزی، سندھی، پشتو اور دیگر زبانوں میں جو کچھ علمی و تحقیقی اور ادبی کام ہُوا۔ ان میں سے بیش تر کی تفصیلات ان مکتوبات میں مل جاتی ہیں۔ ''اعلا حضرت کے سندھی ترجمے والا قرآن چھپ گیا ہے۔ ان شاءاللہ تمھارے لیے لے لیا جائے گا۔ لاہور سے چھپا ہے۔'' ۶۵

''نومسلم فاضل ڈاکٹر محمد ہارون نے امام احمد رضا پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے:

"The World importance od Imam Ahmed Riza Khan Barelvi" ۶۶

''پشتو میں جو ''سلامِ رضا'' کا ترجمہ ہوا ہے۔ وہ شائع ہوا ہے تو ارسال فرمادیں۔'' ۶۷

''پروفیسر وسیم بریلوی کی کوششوں سے روہیل کنڈھ یونیورسٹی بریلی میں ''امام احمد رضا چیئر'' قائم ہوگئی ہے۔ گورنر نے اعلان کردیا ہے۔۶۸؎ وغیرہ۔

''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا'' میں شامل مکتوبات کا طرزِ تحریر سادہ اور سلیس ہے۔ بات کو بہت ہی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اختصار آپ کی تحریر اور گفتگو دونوں میں پایا جاتا ہے۔ جو بات کہنا مقصود ہوتی ہے۔ اس ہی کا ذکر فرماتے ہیں۔ الفاظ روزمرہ کے مطابق ہیں۔ علمی انداز ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک جامع فہرست دی گئی ہے جن میں تاریخ تحریر، مقامِ تحریر، مکتوب الیہ کا نام اور شہر درج کیا گیا ہے۔ یہ فہرست تاریخی اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔ اس طرح خطوط سے ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے حالات اور دیگر علمی کاموں کی ارتقائی صورت سامنے آسکتی ہے۔ جب کہ خطوط، حروفِ تہجی کے اعتبار سے پیش کیے گئے ہیں۔ اس لیے تاریخی اعتبار سے جو فہرست مرتب کی گئی ہے اس میں بھی صفحہ نمبر بھی درج کردیا جاتا تو یہ مزید بہتر ہو سکتی تھی۔ بہرحال یہ کاوش بہت اہمیت کی حامل ہے۔ مکتوب کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

> ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ۱۹۸۰ء میں فقیر کے مشورے سے محترم سید ریاست علی قادریؒ نے قائم کیا۔ اس کے بعد ادارہ رجسٹر ہوگیا۔ فقیر سرپرست تجویز کیا گیا۔ سید صاحب صدر، سید وجاہت رسول قادری نائب صدر، ڈاکٹر مجید اللہ قادری جنرل سیکریٹری، منظور احمد گیلانی فنانس سیکریٹری وغیرہ وغیرہ ـــــ سید صاحب کے وصال کے بعد سید وجاہت رسول قادری صدر ہیں۔ الحمد اللہ کام ہو رہا ہے۔ ادارے کی سابقہ کارکردگی کے متعلق ایک کتابچہ شائع ہونے والا ہے۔ ان شاء اللہ بھیج دیا جائے گا۔''۶۹؎

ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے خطوط جو ''مکتوباتِ مسعودی'' (غم نامے اور تعزیت نامے) کے نام سے محمد عبدالستار طاہر نقشبندی نے مرتب کیے ہیں۔ مذکورہ کتاب میں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے اُن خطوط کو شامل کیا گیا ہے جو انھوں نے اپنے عقیدت مندوں اور قرابت داروں کو ان کے کسی رشتے دار یا عزیز کی رحلت پر تعزیت کے طور پر تحریر کیے یا اُنھیں اپنے کسی رشتے دار یا کسی عزیز کی وفات کی اطلاع کے لیے لکھے گئے۔ اس لیے اس کے سرورق پر غم نامے اور تعزیت نامے درج کیا ہے۔ ان مکاتیب کو ادارۂ مسعودیہ کراچی نے پہلی بار ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

''مکتوباتِ مسعودی'' (غم نامے اور تعزیت نامے) کا بنیادی محرک تو اُن محبین اور عزیزوں کی اشک شوئی ہے جن کے قریبی رشتے دار، عزیز یا تعلق دار دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس کے علاوہ اپنے قریبی رشتے دار یا متعلقین کے انتقال کی اطلاع پہنچانا ہے۔ گویا ان خطوط کا مقصد تعزیت کرنا اور غم میں شریک ہونا اور کرنا ہے۔ ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے احساسات اور جذبات کو سادہ اور عام فہم انداز میں لواحقین تک پہنچایا ہے۔ اِن مکتوبات کو مرتب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے مرتب محمد عبدالستار طاہر نقشبندی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''آپ کے مکاتیب پر کام کرتے ہوئے ایسے تعزیتی خطوط بارہا نظر سے گزرے جو انفرادیت کے حامل ہیں جو اسوۂ حسنہ کی یاد دلاتے ہیں جو سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے عبارت ہیں۔ اس پہلو کی اہمیت کے پیشِ نظر ان خطوط کو مجموعی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔''۷۰؎

مذکورہ اقتباس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جس طرح آپ نے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر زندگی بسر کی، وہی جھلک

اُن کے خطوط میں دکھائی دیتی ہے۔ عمل اور تحریر میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ایک صوفی اور ولی کی یہ صفت ہوتی ہے کہ اس کے قول و فعل اور تحریر میں تضاد نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان تعزیت ناموں کے مطالعہ سے طبیعت میں غمی کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ صبر کا جذبہ اس طرح پیدا ہو جاتا ہے کہ کہ دل یادِ الٰہی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

''مکتوباتِ مسعودی'' میں مکتوب نگار صرف غم ہی نہیں بانٹتے بلکہ مکتوب میں قرآن اور سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے واقعات کو مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ جن سے غم کی کیفیت سکون میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پروفیسر غیاث الدین قریشی کو ان کی جواں سال صاحب زادی کے انتقال پر تحریر فرماتے ہیں۔

> ''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لختِ جگر جاں بلب ہیں، سرکار کی گود میں لیٹے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے جدا ہو گئے۔ سرکار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تار بندھ گیا، فرمایا۔
>
> ''اے ابراہیم! آنکھ روتی ہے، دل غم زدہ ہے، ہم کچھ نہیں کہیں گے مگر وہی جس سے ہمارا رب راضی ہو۔'' ہاں۔
>
> تیری مرضی جو دیکھ پائی ہو
> خلش درد کی بَن آئی ہو''[۱]

پروفیسر فیاض احمد خان کے بیٹے کے انتقال پر ایک صحابیؓ کے بیٹے کے انتقال کا واقعہ جس میں صبر کی روشن مثال ہے، لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

> ''حدیث شریف میں آتا ہے کہ معصوم بچے اپنے والدین کو بخشوانے کے لیے جھگڑیں گے۔ اللہ اکبر آپ کے لیے بخشش کا سامان ہو گیا۔ وہ معصوم آیا تھا اور معصوم ہی گیا۔ گناہوں کا بوجھ تو ہمارے سر پر ہے۔ وہ ہلکا پھلکا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی برکت سے آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین''[۲]

ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کی صبر و شکر کی تلقین اور نصیحتوں میں تاثیر اس وجہ سے بھی ہے کہ خود اُن پر بھی اس قسم کے سانحات پے در پے گزر رہے ہیں۔ جن کا انھوں نے صبر و شکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ وہ اپنے غم کا مداوا اللہ کی یاد اور شکر سے کر لیتے ہیں۔ اپنے برادرِ خرد مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد کے وصال پر علامہ اقبال احمد فاروقی کو تحریر فرماتے ہیں! ''وہی ہنساتا ہے، وہی رلاتا ہے، وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے۔ انعام وایلام سب اُسی کی طرف سے ہیں اور اسی کی نسبت سے سب پیارے ہیں۔''[۳]

ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کے غموں اور دکھوں کا ذکر مکتوباتِ مسعودی کے صفحہ ۴ر اور ۵ر پر ہے، جن کے بارے میں پروفیسر فیاض کاوش تحریر فرماتے ہیں۔

> ''غم و الم نے اُن کے اخلاق و کردار کی حنا بندی کی ہے، مستقل مصائب و آلام کی بھٹی میں تپ کر کندن بنے ہیں۔۔۔۔ یہ سارے حادثے موصوف کی جانِ زار پر ٹوٹتے رہے، مگر ڈاکٹر صاحب قبلہ کا قدم کسی منزل پر نہ ڈگمگایا۔''[۴]

خانقاہی رجحانات کے حوالے سے یہ مکتوبات اوّل صفحہ تا آخر دل داری، تسلی دینے، غم مٹانے اور اشک شوئی کی مثال ہیں کیوں کہ سکونِ قلب عطا کرنا خانقاہ اور صوفی کا مدعا اور اہم مقصد ہوتا ہے۔ بقولِ شاعر دل بدست آرد کہ حج اکبر است

ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تعزیت نگاری کے حوالے سے محمد عبدالستار طاہر لکھتے ہیں۔

''اہلِ تعلق سے یوں تعزیت فرماتے ہیں کہ غمگین اپنا غم بھول جاتے ہیں۔آپ انھیں صبر کی تلقین اس انداز پر فرماتے ہیں کہ انھیں اپنا دکھ، دکھ نہیں محسوس ہوتا۔۔۔دل جوئی اور دل داری کا ہنر سیکھنا ہو تو آپ سے سیکھے۔''۷۵

مذکورہ خطوط کے بارے راقم نے لکھا تھا۔

''مکتوباتِ مسعودی'' میں شامل خطوط میں صرف تعزیت اور صبر و شکر ہی کی تلقین نہیں ہے، ان میں سماجی حالات، علمی معاملات، دینی مسائل، اخلاقیات اور تحقیقی نکات بھی موجود ہیں۔''مکتوباتِ مسعودی'' بہ ظاہر تعزیت اور غم ناموں پر مشتمل ہے مگر در حقیقت ان میں سکون و اطمینان اور دلداری و دلجوئی کی وہ لہریں موجزن ہیں جو ساحلِ قلب سے ٹکرا کر واپس نہیں جاتیں بلکہ اسے اپنا مسکن بناتی ہیں۔اس طرح یہ تعزیت نامے اور غم نامے۔۔۔سکون نامے اور اطمینان نامے کا جامہ زیب تن کر لیتے ہیں۔''۷۶

''مکتوباتِ مسعودی'' (غم نامے اور تعزیت نامے) کے مکاتیب کی زبان عام فہم ہے۔اختصار ان کی خاصیت ہے۔نثر میں روانی ہے۔جملے مختصر مگر مفہوم واضح ہے۔علمی معلومات بھی ہیں تو انھیں واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اسلوب کا ایک اہم نکتہ تاثر انگیزی ہے۔ان مکتوب کے اندازِ بیاں کی ایک صفت یہ ہے کہ مکتوب نگار جن جذبات اور احساسات سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں، وہ مدعا علیہ کے دل و دماغ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

فنی حوالے اس ان خطوط کا مطالعہ کریں تو ان میں اُن تمام آداب کو ملحوظ رکھا ہے جو خطوط نگاری کے متقاضی ہیں۔مثلاً مقامِ تحریر اور تاریخ، مدعا علیہ کا نام اور حسبِ تقاضا القاب استعمال کیے ہیں۔ضرورت کے مطابق مرحوم کی صفات کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔طوالت سے گریز اور اختصار کو مد نظر رکھا ہے۔جہاں مکتوب علیہ کے غم کی کیفیت زیادہ ہے۔وہ اپنے اُسلوب سے اُن کے غم کو اپنا بنا لیتے ہیں۔یوں ان کا غم بانٹ لیتے ہیں۔سید اویس علی قادری کو اُن کے والد کے انتقال پر تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کے والد صاحب کی جدائی کا غم ناقابلِ بیان ہے، جب ہمارا یہ حال ہے تو آپ کا اور والدہ صاحبہ کا کیا حال ہوگا۔جب خیال آتا ہے، دل غم میں ڈوب جاتا ہے۔۔۔[اپنے بارے میں لکھتے ہیں] سکھر آنے کے بعد ۲ رجنوری کی رات کو اچانک دم گھٹنے لگا، رات ۲ ربجے تک یہی کیفیت رہی، پھر میں سو گیا۔صبح گیارہ بجے کے قریب معلوم ہُوا کہ سید صاحب ہم سے جدا ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون! یقین نہ آتا تھا۔کراچی فون کر کے تصدیق کی تو دل بے قرار ہو گیا اور آنسو جاری ہو گئے۔''۷۷

''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری'' میں وہ مکتوب ہیں جو مولانا محمد اقبال مظہری کے نام تحریر کیے گئے۔یہ خطوط ۲۹، اگست ۱۹۸۴ء سے ۴، نومبر ۱۹۹۲ء تک تحریر کیے گئے۔ایک خط جو ۹، ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ کا تحریر کردہ

ہے۔اس کا سنہ عیسوی ۲۰ جون ۲۰۰۲ء بنتا ہے مگر یہ خط آخر میں دیا گیا ہے۔شاید سنہ ہجری سے کچھ مغالطہ ہوا ہو، ورنہ اس کتاب کے تمام مکتوبات کی ترتیب تاریخی اعتبار سے کی گئی ہے۔ایک خط مکتوب الیہ کی اہلیہ صاحبہ کے لیے بھی تحریر فرمایا گیا ہے۔جو سب سے آخر میں دیا گیا ہے۔بعدازاں مکتوب الیہ کے مرشد مولانا مفتی محمد مظہر اللہ ؒ کے سجادہ نشین مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد کے چھ خطوط بھی مولانا محمد اقبال مظہری کے نام شامل کیے گئے ہیں۔

''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری'' کا محرک مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان ایک محبت کا ایسا رشتہ ہے، جو اٹوٹ ہے۔یہ دونوں ایک ہی مرشد یعنی مولانا مفتی مظہر اللہؒ سے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں اور مولانا جاوید اقبال مظہری، ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے خلیفہ ہیں۔جب مکتوب الیہ آپؒ سے فیض پا رہے تھے تو سرکاری ملازمت کے سبب ایک ایسا موقع آیا جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔اس صورتِ حال میں مکتوب الیہ نے اصلاح اور تعلق کے لیے خطوط کو ذریعہ بنایا۔ان خطوط میں بہت سے خطوط ایسے ہیں جن کے اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی خط کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔

''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری'' اپنے اندر ایک خاص تربیت اور اصلاحی پہلو لیے ہوئے ہیں کہ ان میں جا بجا احکام اللہ کی پابندی، اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبت رسول کی تلقین اور اہمیت سے آگہی دی گئی ہے۔اس کے علاوہ ان خطوط میں علمی اور تحقیقی رفتار کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور دیگر مشترکہ معلومات کا تبادلہ بھی ان خطوط کے ذریعے کیا گیا ہے۔ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کیوں کہ کراچی سے باہر تھے تو خطوط کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اکثر ذمے داریاں مکتوب الیہ ہی انجام دے رہے تھے۔چند نمونے دیکھیے ''فرید صاحب کو لیٹر چھپنے کے لیے دیے تھے۔ابھی نہ چھپے ہوں تو کہہ دیں کہ سیاہ چھپائی کریں۔جلد چھاپ کر بھیج دیں یوں کہ پیڈ ختم ہو رہا ہے۔''۷۸ ''ایک صاحب نے لاہور سے ۱۰۰/- روپے بھیجے ہیں۔ان کو اس پتے پر ۲۵ کے حساب سے ۴ عدد کتابیں بھیجیں۔''۷۹ وغیرہ۔پھر مکتوبات سے پتا چلتا ہے کہ مکتوب الیہ نے سماجی معاملات میں رہنمائی حاصل کی ہے جیسا کہ پہلے اور دوسرے مکتوب میں ہے۔

> ''سوسائٹی کا ڈائریکٹر ہونا تو اچھی بات ہے مگر سوسائٹیوں میں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور اللہ کی مخلوق پریشان ہوتی ہے۔اگر اس سوسائٹی میں کوئی خلاف شرع بات نظر نہ آئے تو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''۸۰
>
> ''آپ کا محبت نام ملا، الحمد اللہ آپ سوبتہ لے گئے۔آپ کو فقیر کی طرف سے بیعت کی اجازت ہے۔جو مرید ہونا چاہے اس کو اپنے سامنے بٹھائیں اور خود قبلہ رخ بیٹھیں پھر اس کا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ میں لیں اور بایاں ہاتھ بائیں ہاتھ میں لیناس کے بعد کلمہ ردِ کفر تلقین کریں۔''۸۱

ان اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ پہلی عبارت میں سوسائٹی کے ڈائریکٹر بننے یا نہ بننے کے لیے مشورہ کیا گیا ہے۔جب کہ دوسرے خط میں بھی خط کے موصول ہونے کی اطلاع ہے پھر بیعت کرنے کی اجازت اور اس کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح تحریروں پر اصلاح کے لیے بھی خطوط تحریر کیے گئے۔۸۲ یہ صورت بیش تر مکتوبات میں موجود ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوب نگار اور مکتوب الیہ میں محبت اور یقین کا ایسا مستحکم رشتہ ہے کہ سماجی اعتبار سے ایک عزت مل رہی ہے

مگر اس کے بارے میں بھی پوچھا جا رہا ہے۔ موجودہ دور میں مرید ایسے معاملات کے بارے میں استفہام ہی نہیں کرتے کہ کہیں منع نہ کر دیا جائے اور ایسے مرشد بھی کم ہوں گے کہ جرأت مندی سے حق بات کہہ سکیں۔ کتاب کے آخر میں مکتوب الیہ کے حالات زندگی بھی بیان کیے گئے ہیں اور مختلف سرکاری عہدیداران کے رسیدی خطوط ہیں جنھیں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کی کتب ارسال کی گئی تھیں۔

''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری'' میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا وہی اسلوب ہے جو ان کی شخصیت کا عکاس ہے۔ جس طرح سادہ، پاکیزہ اور واضح زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہی انداز ان کی تحریروں بالخصوص مکاتیب میں نظر آتا ہے۔ ہر جملہ بالکل واضح اور اختصار لیے ہوئے۔ ضروری اور اہم باتوں ہی کو بیان کرتے ہیں۔ الفاظ عام فہم استعمال کرتے ہیں۔ عاجزی و انکساری خطوط میں نمایاں نظر آتی ہے۔ خود کو احقر تحریر کرتے ہیں اور مکتوب الیہان کو تکریمی انداز میں مخاطب فرماتے ہیں۔ ایک خط کی عبارت ملاحظہ کریں:

> ''کانفرنس کا خیال اچھا ہے لیکن یہ چیزیں حضرتؒ کے مزاجِ گرامی کے خلاف ہیں۔ عرس شریف پر احقر حضرت قدس سرہٗ کے محامدہ ومحاسن بیان کرتا تھا، خواب میں حکم ملا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک کیا جائے۔ اسی طرح شمائل ترمذی شریف میں احقر نے مقدمہ لکھا تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اس کو الگ شائع کیا جائے۔ حضرت قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فنافی الرسول اور فنافی اللہ تھے۔ اس لیے یہ مناسب ہے کہ ۱۱ اور ۱۲ ربیع الاوّل کی درمیانی شب کو محفل میلاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم کی جائے۔''۸۳

حضرت خواجہ محمد عبدالغفار فضلی نقش بندی المعروف پیر مٹھا سائیں کے خطوط کو ''مکتوبات غفاریہ'' جلد اوّل کے عنوان سے عبدالغفار ثانی نے مرتب کیا ہے۔ مرتب خانقاہ عالیہ رحمت پور شریف لاڑکانہ کے سجادہ نشین ہیں۔ ان مکتوبات کو خانقاہ عالیہ رحمت پور سے فروری ۲۰۱۰ء میں شائع کیا گیا۔ یہ مجموعہ ۸۰ مکتوبات پر مشتمل ہے۔ ان میں ۶۹ تا ۷۷ سندھی زبان میں۔ گویا آپ فارسی، سندھی اور اردو تینوں زبان میں خط کتابت فرمایا کرتے تھے۔ بیش تر خطوط میں سنہ وتاریخ درج نہیں ہے۔ خط ۶۷ کے آخر میں ۱۸ رجب ۱۳۶۷ھ درج ہے۔

''مکتوبات غفاریہ'' میں شامل مکتوبات کا محرک وہ خطوط بنے جن میں خواجہ عبدالغفار نقشبندی المعروف پیر مٹھا سائیں کے خلفا اور مریدین نے آپ سے بذریعہ مکتوب شریعت وطریقت اور دیگر معاملات کے بارے میں سوالات کیے تھے۔ اسی طرح کچھ مکتوبات میں خانقاہی نظام کی ترویج اور معاشرتی اصلاح کے لیے خلفا کو ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ مذکورہ خطوط کو ترتیب دینے کا اولین محرک تو اپنے آبا واجداد کے روحانی اور اصلاحی مشن کو فروغ دینا ہے۔ جس کا اظہار عبدالغفار ثانی نے کتاب کے آغاز میں کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''جس طرح اولیائے کاملین نے اپنے سخن اور قلم سے دینِ متین کی خدمت کی ہے ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور خصوصاً اپنے آبا واجداد کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے جتنا ہو سکے، ان کے پیغام کو عام کیا جائے۔''۸۴

''مکتوبات غفاریہ'' میں خواجہ عبدالغفار نقشبندیؒ المعروف پیر مٹھا سائیں کی تحریروں کے عکس بھی تبرکاً دیے گئے ہیں۔ جو

بہت صاف اور خوش خط ہے۔ کچھ خطوط میں خلفا اور مریدین کے لیے ہدایات دی گئی ہیں۔ ان ہدایات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ آپ کس درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ان میں شریعت کی اتباع کی تلقین فرمائی گئی ہے۔۸۵ خواتین کی بیعت اور مراقبے کے حوالے سے واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ انھیں پردے میں بٹھا کر یہ اعمال کرائیں۔ اُن سے گفتگو کرنے کو منع فرمایا۔۸۶ آج کل خانقاہی نظام میں حرص وہوس داخل ہو رہی ہے۔ اُس کے تدارک لیے آپ خطوط میں نصیحتیں تحریر فرمایا کرتے۔ آج کل مرشد اور پیر نذرانے کو اپنا حق تصور کرتے ہیں۔ آپ نے واضح طور پر لکھا کہ ''سوال اور چندہ مت کرو بلکہ طمع کا قصد تک بھی میں نہ آنے دو۔''۸۷ اس پہلو کو کئی خطوط میں دہرایا گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی برائیوں مثلاً تمبا کو نوشی سے بھی ممانعت کا حکم دیتے ہیں۔۸۸ سندھ کی ثقافت میں جب دو افراد ملاقات کرتے ہیں تو قدموں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ آپ نے اسلامی شعائر کو عام کرنے کے لیے اس کو منع فرمایا اور مصافحہ کا حکم دیا اور اس کی تشریح بھی فرمائی کہ ''مصافحہ کہتے ہیں دونوں ہاتھوں میں دونوں ہاتھ ملا دینا اور ایک ہاتھ دینا بھی ثابت ہے۔''۸۹ نصائح کو تحریر یا بیان کرنے کے بعد فرماتے کہ غائبین اور نو واردین کو بھی اس سے مطلع فرمائیں۔

مکتوب نمبر ۱ اور دو فارسی میں ہیں جو میاں نواب شاہ صاحب کے نام ہیں۔ ان خطوط میں قرآنی آیات اور مولانا جامیؒ کے اشعار بھی دیے گئے ہیں جو آپ کی قرآن فہمی اور ادبی ذوق کا پتا دیتے ہیں۔۹۰ جب کہ دیگر خطوط میں بھی قرآن وحدیث اور اقوال بزرگان کے حوالے دیے گئے ہیں۔ ان مکتوبات میں جہاں روحانی منازل طے کرنے کے رموز سے آگہی دی گئی ہے وہاں مطالعے کی رغبت بھی دلائی گئی ہے۔ میاں فتح الدین کو خط میں فرماتے ہیں کہ ''عزیزا کتاب 'ہدایت الانسان اور کتاب ''فیض الکریم'' کا مطالعہ بہت مفید ہوویگا۔''۹۱ یہی نہیں بلکہ دکان کا پتا بھی رقم کیا گیا ہے۔ خطوط کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مریدین اور خلفا سے مستقل خط کتابت جاری رہتی تھی۔

''مکتوبات غفاریہ'' جلد اوّل میں شامل خطوط جہاں مریدین اور خلفا سے رابطہ کا ذریعہ تھے وہاں ان میں شرعی سوالات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ مکتوب ۱۴ میں لکھا ہے کہ ۱۲ برس کے لڑکے کی طلاق جائز ہے۔ بشرطے کہ اس میں آثار بلوغت پائے جائیں۔'' پھر ان تینوں کی تشریح بھی فرما دی۔ ان مکاتیب میں سماجی حوالے سے بھی کئی پہلو ملتے ہیں۔ ایک مرید ماسٹر صاحب کے بڑے بھائی نے اُسے آپ کی طرف جانے کی ممانعت کر دی تو آپؒ نے بڑے بھائی سے نہ صرف عمدہ برتاؤ کرنے کی نصیحت کہ بلکہ اُسے اپنے پاس آنے سے منع بھی فرمایا اور اس کا دل خوش کرنے کو کہا۔ ساتھ فارسی کا یہ شعر اور اس کی تشریح بھی تحریر کی۔

دل بدست آرد کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہ تر است۹۲

''مکتوبات غفاریہ'' میں مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب اپنے مرشد کی زبانی ترکِ تجارت کو قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس نکتے پر غور وفکر کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ماضی کے مسلمانوں میں حصولِ علم فلاحِ آخرت کے لیے ہوتا تھا آج یہ صرف حصولِ روزگار کا ذریعہ رہ گیا ہے۔ جس کے سبب اللہ کی رزاقی پر یقین کم زور ہو گیا۔ جس کی وجہ سے تجارت اور ایمان دارانہ تجارت کی طرف رجحان ختم ہو رہا ہے۔ مکتوب نگار لکھتے ہیں کہ

''اگر مسلمان لوگ تجارت کا پیشہ اختیار کرتے تو دنیا میں ہرگز ذلیل نہ ہوتے اور اہل یہود جو ترقی کر

رہے ہیں اور دنیا میں دن بدن افزونی ہے بسبب تجارت کے۔ افسوس جو مسلمانوں کا اصل پیشہ تجارت کا تھا۔ مسلمانوں نے فروگذار کر دیا اور ہندوؤں نے اختیار کر لیا۔"۹۳

"مکتوباتِ غفاریہ" کا اسلوب کئی صفات کا حامل ہے۔ اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حسب ضرورت قرآن و احادیث کی عربی عبارات اور کئی مقامات پر اُن کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ فارسی، پنجابی۹۴، ہندی۹۵ اور اردو اشعار بھی مکتوبات کی زینت بنے ہیں۔ اسلوب میں قدیم اردو کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ لگتا ہے کہ آپ کے ہاں جو اردو مستعمل تھی اُسے ہی تحریر فرماتے تھے۔ چند جملے ملاحظہ ہوں۔

"آپ کے قلب میں بھی مقناطیسی کشش کا اثر ہو ویگا۔"۹۶

"یہ بندہ ان کی معذرت کے لیے آپ کے پاس آجاوے گا۔"۹۷

"آپ تشریف لاویں تو بہ تر ہے۔"۹۸

"حصول برکات کے لیے تشریف لے آنویں تو بہتر ہے۔"۹۹ وغیرہ۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی کے مکتوبات کا مجموعہ "مکتوباتِ مقصودیہ"، جسے علامہ محمد ندیم مقصودی نے مرتب کیا ہے۔ "مکتوباتِ مقصودی" کو اسلامی روحانی مشن پاکستان کراچی نے شائع کیا ہے، سنہ اشاعت نہیں دیا گیا ہے، ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی تقریظ ۱۷، نومبر ۱۹۹۶ء کی تحریر کردہ ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی اشاعت ۱۹۹۶ء یا ۱۹۹۷ء میں ہوئی ہوگی۔ "مکتوباتِ مقصودیہ" کی اہم خاصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اُن افراد کے مختصر تعارف بھی دیے گئے ہیں، جنھوں نے ڈاکٹر مقصود الٰہی نقش بندی سے بذریعہ خطوط رہنمائی حاصل کی ہے۔ اس سے خطوط نگار کی عمر اور مزاج کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ان کے خطوط کا لوازمہ قاری کے سامنے نہیں ہوتا ہے۔ جہاں تک مکتوب نگاری کے فن کی بات ہے تو اس میں کچھ کمی نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک تو مکتوب میں "مکتوب الیہ" کا نام نہیں دیے گئے، دوم کس انداز سے مخاطب کیا گیا ہے، اس کا پتا نہیں چلتا، سوم یہ مکتوب کب تحریر کیے گئے؟ ان اہم باتوں کا بالکل ہی ذکر نہیں ہے۔ اس جانب ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے بھی توجہ دلائی ہے۔۱۰۰ اِن مکتوبات سے استفادے کے لیے مرتب نے انھیں موضوعات دے کر فہرست بھی بنادی ہے، جس سے قاری بآسانی اپنے مطلب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ احسن عمل ہے۔

"مکتوباتِ مقصودیہ" کا محرک وہ خطوط بنے جن میں صاحبِ مکتوب کے مریدوں اور عقیدت مندوں نے اپنے روحانی، جسمانی اور دیگر مسائل کے حوالے سے رہنمائی حاصل کی تھی، اسی لیے "مکتوباتِ مقصودیہ" میں وہ بیش بہا جواہر دکھائی دیتے ہیں جو خانقاہی ادب کا خاصا ہیں۔ سلسلہ نقش بندیہ میں دو باتوں پر خاص توجہ دی جاتی ہے ایک صحبتِ شیخ اور دوسری شریعتِ مطہرہ کی پابندی، "مکتوباتِ مقصودیہ" صحبتِ شیخ کے ترجمان ہیں اور ان میں شریعت پر چلنے کی تلقین اور طریقہ بھی بیان بیان کیا گیا ہے، اس لیے دوسرے نکتے کا حق بھی کسی حد تک ادا ہو جاتا ہے۔ جہاں تک اس کی اشاعت کا تعلق ہے تو اس بارے میں فقیر محمد فاضل نقش بندی لکھتے ہیں کہ خطوط کو کتابی صورت اس لیے دی گئی ہے کہ سالک کو ایسی معلومات سے واقف ہونا ضروری ہے، تاکہ اُن کی روحانی تربیت میں آسانی ہو، بالخصوص نئے مسافر کو ان کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے، جب کہ وہ مسافر، جو کچھ معلومات رکھتے ہیں، وہ اس کتاب کو پڑھ کر خود کو مزید نکھار سکتے ہیں۱۰۱، گویا یہ مکتوبات سالکین کے لیے قیمتی سرمایہ ہے۔

''مکتوباتِ مقصودیہ' متنوّع موضوعات لیے ہوئے ہے، ان میں شریعت کے بارے میں مستند معلومات فراہم کی گئی ہے تو طریقت کے راستوں پر چلنے کے طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں، سماجی مسائل پر فکری رائے دی گئی ہے تو انفرادی معاملات میں رہ نمائی بھی کی گئی ہے۔ جسمانی بیماریوں کا علاج بیان کیا گیا ہے تو ذہنی خلفشاری کا روحانی حل بھی تحریر کیا گیا ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں مذکورہ بالا پہلوؤں کا تذکرہ ہے۔ نیکی مذہبی اصطلاح میں معنوی طور پر بڑی وسعت لیے ہوئے ہے، اس کے بارے میں ایک خط میں لکھا ہے:

> ''جاننا چاہیے کہ نیکی ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ذکر کرنے کو نہیں کہتے، بلکہ مسلمان کا ہر کام نیکی ہے جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کر لیا جائے، چاہے کھانا ہی کیوں نہ کھایا جائے۔''[۱۰۲]

مخلوقِ خدا کی خدمت کی تعلیم تمام الہامی مذاہب میں دی گئی ہے، اس کے کئی طریقے ہیں، مخلوق کو مسائل اور مشکلات سے نجات دلا کر، ان کو آسانیاں فراہم کرنا، بڑی نیکی ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر مقصود الٰہی نقش بندی لکھتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ بھلائی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے لیکن سب سے زیادہ بھلائی جو اُسے پسند ہے، وہ مخلوق کو اللہ سے ملانے کا عمل ہے، اسی لیے انبیا علیہ السلام سب سے زیادہ عزّت اور شان والے ہیں۔[۱۰۳] ایک خط میں جگر کی بیماری کا علاج تحریر کیا ہے۔

> ''ایک بڑی بوتل عرق گلاب میں آدھا کلو چینی ڈال کر ہلکی آنچ پر خوب پکائیں، یہاں تک کہ شربت بن جائے پھر اسے ٹھنڈا کر لیں، اس کے بعد ایک پاؤ انگوری سرکہ ملا دیں، اب یہ شربت کھانے کے بعد ایک حصّہ شربت اور تین حصّے پانی ملا کر پی لیں۔ انشا اللہ چند دنوں میں جگر کی اصلاح ہو جائے گی اور بھوک بھی خوب لگے گی، یرقان میں بھی مفید ہے۔''[۱۰۴]

ڈاکٹر مقصود الٰہی نقش بندی کے مکتوبات کی اہمیت کا اندازہ ان کے موضوعات سے کیا جا سکتا ہے، چند موضوعات ملاحظہ کیجیے:

دوسروں کے لیے سوچنا بڑی نیکی ہے، علم سیکھنا بہت بڑی عبادت ہے، ایصال ثواب کا طریقہ، نزلے کے لیے نسخہ، رزقِ حلال کے لیے محنت ضروری ہے، وحدت الوجود اور وحدت الشہود، جہاد کی اقسام، تبلیغ دین عبادت سے بہتر ہے، محبتِ صادقہ کیا ہے، بدعت کیا ہے وغیرہ۔ اس بارے میں ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے تقریظ میں مفصّل اور جامع روشنی ڈالی ہے اور زیرِ بحث مکتوبات کی ترتیب کو بہتر کرنے کے لیے مشورے دیے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی کے مکتوبات کی خاصیت، ان کا اختصار ہے، شرعی معاملات پر لکھتے ہیں تو قرآن واحادیث کے حوالے دیتے ہیں، مکتوبات میں صرف تحریر ہی نہیں ہوتی بلکہ الفاظ اُن کے جذبات کی بھی ترجمانی کرتے ہیں، سمجھانے کا انداز نمایاں، جس میں شفقت بھرا لہجہ موجود ہے، عام زندگی میں مستعمل الفاظ کو مکتوب کی زینت بنایا گیا ہے۔ اسلوب کی مثال دیکھیے:

> ''پیاری بہن نے پردے کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، اللہ شاہد ہے جب سے خط پڑھا ہے، دل پر ایک عجیب سی خوشی کا عالم ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہُوا تو مسلمان عورتوں نے اس طرح سے اوڑھنیاں (چادریں) اوڑھ لیں کہ

پورے جسم پر کوئی اتنی جگہ بھی خالی نہیں تھی کہ کوئی کوا اپنی چونچ اس میں داخل کر سکتا۔۔۔۔۔لیکن ڈاکٹر یا حکیم کے سامنے اُس حصّے کو ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جسے علاج کے لیے دکھانا ضروری ہو یا اسے دیکھے بغیر صحیح تشخیص نہ ہوتی ہو۔''۵۰!

الغرض سندھ کے مشائخ نقشبند نے خانقاہی ادب میں بالعموم اور مکتوب نگاری کے حوالے سے بالخصوص جو خدمات انجام دی ہیں وہ نہ صرف خانقاہی نظام کے فروغ میں معاون ثابت ہو رہی ہیں بلکہ فرد اور سماج کے معاملات کی بہتری میں بھی معاون ہیں۔مشائخِ نقشبند کے مکاتیب کی علمی، ادبی اور سماجی حیثیت مسلّم ہے۔ان کے مکتوبات میں عموماً جو محرکات کارفرما ہوتے ہیں ان میں اصلاح اور فلاح کا پہلو غالب ہے۔یہ مکاتیب خانقاہی نظام کی ترویج، سالکین کی تربیت اور دیگر سائلوں کی مشکلات کو حل کرنے میں بھی ممد و معاون ہیں۔جن اداروں اور افراد نے ان خطوط کی اشاعت میں کردار ادا کیا، وہ خلوص پر مبنی ہے۔کیوں کہ خطوط کی اشاعت دنیا و آخرت کی کامیابی کے پیشِ نظر کی گئی ہے۔مشائخ کے مکاتیب کے مخاطب عوام و خواص دونوں ہوتے ہیں اور یہ مستقبل میں بھی لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ ہوتے ہیں۔اس لیے مشائخ نقشبند کے خطوط میں جو اسلوب نمایاں ہے ان میں سلاست و سادگی اور عام فہم انداز مشترک ہے۔یہی اسلوب خانقاہی ادب کی شناخت بھی ہے۔

حواشی:

۱ خانقاہی ادب سے مراد وہ متصوفانہ تحریریں ہیں، جن کے لکھنے والے خانقاہی نظام سے وابستہ ہوں، یعنی مشائخ اور ان کے مریدین کی تحریریں۔جب کہ خانقاہی نظام سے غیر وابستہ افراد کی تصوّف کے موضوعات پر تحریریں تصوّفانہ ادب کہلا سکتی ہیں۔تصوفانہ یا متصوفانہ ادب سے مُراد وہ تحریر ہوتی ہے، جس میں تصوّف سے متعلق موضوعات کو بیان کیا جاتا ہے۔مگر ان کے لکھاری عملی طور پر خانقاہی نظام سے وابستہ نہیں ہوتے۔اسلامی تصوّف کیوں کہ قرآن پاک، سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور اولیائے کرامؒ کی زندگی اور تعلیمات سے ماخوذ ہے، اس لیے مذکورہ موضوعات سے متعلق مشائخ اور مریدین کی تحریروں کو خانقاہی ادب کہا جا سکتا ہے۔ان تعریفات سے قبل ''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' صفحہ ۳۸، ۳۹ پر متصوفانہ تحریروں کو نظری اور خانقاہی ادب کو عملی تصوّف بھی کہا گیا ہے۔خانقاہی یا تصوّفانہ ادب کے لیے صوفیانہ ادب کی اصطلاح استعمال کی جاتی رہی ہے۔

۲ النمل ۲۷: ۲۸

۳ حمید اللہ، ڈاکٹر: ''سیاسی وثیقہ جات'' لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، اشاعت

۴ محمد اعلیٰ کی ولادت ۱۹۱۱ء میں ہاپوڑ ضلع میرٹھ (یوپی) میں ہوئی۔والد حاجی محمد نفیس، روڑکی ضلع سہارن پور کے ایک کارخانے میں انجینئر تھے۔محمد اعلیٰ نے ابتدا میں مولانا غالب علی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ کتابت فرمایا کرتے تھے۔کئی مذہبی رسائل و کتب کے علاوہ خانقاہی کتب کی کتابت بھی فرمائی۔آپ شاہ زوّار حسینؒ کے بچپن کے دوست اور مرید بھی ہیں۔بقولِ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ ''حاجی صاحب جیسے نیک صفا خوش اوقات اور پاک طینت لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔(ماخوذ از: حاجی محمد اعلیٰ: ''حالات، رئیس الخطاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دہلوی'')

۵ محمد اعلیٰ، حاجی: ''حالات، رئیس الخطاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دہلویؒ''، (مرتب: ڈاکٹر لام مصطفیٰ خانؒ) حیدر آباد، المصطفیٰ اکیڈمی، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۵

٦ مولانا سید زوّار حسین شاہؒ (وصال ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ/۵، اگست ۱۹۸۰ء): سید زوّار حسین شاہ کی ولادتِ باسعادت ہندوستان کے ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کے قصبے گوہلہ میں بروز پیر ۲٦، ذی الحج ۱۳۲۹ھ/۱۸، دسمبر ۱۹۱۱ء میں ہوئی۔ والد کا نام سید احمد حسین ہے۔ سید زوّار حسین شاہ کا شجرۂ نسب سیدنا امام حسینؓ سے ملتا ہے۔ ۱۹۲٦ء میں ٹھسکہ میراں صاحب کے اسکول سے مڈل کلاس کا امتحان پاس کرنے کے بعد اُسی اسکول میں ٹیچر مقرر ہوگئے۔ ۱۹۲۹ء میں نارمل ٹریننگ کے لیے داخلہ لیا اور ۱۹۳۰ء میں جے وی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۲ء میں منشی فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

سید زوّار حسین شاہؒ کا رجحان ۱۹۳۰ء میں تصوّف کی طرف ہوگیا۔ اوّل مولانا اسلام الدین بعد ازاں خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمیؒ سے شرفِ ملاقات حاصل ہُوا۔ مولانا اسلام الدین کی توسط سے خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمیؒ سے پہلے غائبانہ بعد ازاں بالمشافہ بیعت کا شرف حاصل لیا۔ سید زوّار حسین شاہؒ نے جو علمی و تحقیقی نوعیت کا کام انجام دیا، وہ باریک خط میں ۸ ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے جو صرف ۱۴ سال کے قلیل عرصے میں تحریر کیا گیا۔ جب کہ اس عرصے میں عقیدت مندوں اور مریدین کی آمدورفت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ (۲۹۷) آپ کی تصنیفات وتالیفات کی تفصیل کچھ اس طرح ہیں۔ عمدۃ السلوک (اوّل ودوم)، گلدستۂ مناجات، حیاتِ سعیدیہ، عمدۃ الفقہ (اوّل، دوم)، مبداء ومعاد (ترجمہ)، معارف لدنیہ (ترجمہ)، عمدۃ الفقہ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، مقامات فضیلیہ، مکتوبات معصومیہ، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ۔ آپ کا وصال ۲۲، رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ/۵، اگست ۱۹۸۰ء بروز منگل ہُوا۔

۷۔ سید حافظ فضل الرحمان: سید حافظ فضل الرحمان کی ولادت باسعادت ۲، شوال ۱۳٦۱ھ/۱۳، اکتوبر ۱۹۴۲ء بروز پیر ہوئی۔ سید حافظ فضل الرحمان کی علمی ودینی خدمات کتب کی صورت میں موجود ہیں۔ سید حافظ فضل الرحمان کا ایک بڑا کارنامہ ''احسن البیان'' فی تفسیر القرآن ہے۔ جو آٹھ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔ جس میں ہر سورت کا تعارف آیت کی ترتیب سے خلاصہ، سلیس زبان میں ترجمہ، وضاحت طلب لفظوں کی تشریح، اور جامع تفسیر بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ ''معجم القرآن'' اُن اردو قارئین کے لیے جو قرآن اور قرآنی الفاظ کی تفہیم اور لفظوں کے ذریعے آیات تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے بہت مددگار ہے۔ فرہنگِ سیرت، جس میں سیرتِ طیبہ میں آنے والے تقریباً تین ہزار الفاظ، مقامات، شہر، پہاڑوں، چشموں، قبائل وغیرہ کی تفصیلات پر مشتمل لغت ہے۔ آپ کی کچھ تصنیفات وتالیفات کے نام یہ ہیں۔ خطوط ہادیٔ اعظم، ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مقالاتِ زواریہ، جواہر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حجاب اور اسلام، خطبۂ حجۃ الوداع، رہبرِ حج، فکرِ آخرت، گل دستۂ سیرت۔ اِن کے علاوہ سید حافظ فضل الرحمان کی ادارت میں ششماہی السیرہ، عالمی کے تقریباً ۱۹ پرچے شائع ہوچکے ہیں۔ مذکورہ معلومات محمد اعلیٰ قریشی کی مقامات زوّاریہ اور ماہ نامہ ''تعمیر افکار'' کے شاہ زوّار حسینؒ کے خاص نمبر سے اخذ کی گئی ہیں۔)

۸۔ ڈاکٹر سید عزیز الرحمان (ولادت ۱۵، مارچ ۱۹۷۷ء): ڈاکٹر سید عزیز الرحمان کی ولادت با سعادت ۱۵، مارچ ۱۹۷۷ء میں کراچی میں بروز منگل ہوئی، والد سید فضل الرحمان ایک محقق، عالم اور شریعت و طریقت کے عامل ہیں۔ آپ شاہ زوّار حسینؒ کے پوتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عزیز الرحمان کی علمی خدمات اور رویّے کو دیکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ آباو اجداد کا علمی ذوق وشوق اور کردار آپ کے جسم وروح میں سرایت کر گیا ہے، آباو اجداد کا ورثہ، دورِ جدید کی ترقی اور معاشرتی و سماجی شعور نے ان کی شخصیت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ ڈاکٹر سید عزیز الرحمان کے علمی کاموں کی فہرست طویل ہے۔ آپ ماہ نامے ''تعمیر افکار'' کے ۲۰۰۵ء سے مدیر بھی ہیں۔ ۱۹۹۹ء سے ''السیرۃ انٹرنیشنل'' کے نائب مدیر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر سید عزیز الرحمان کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں۔ ان میں تعمیر شخصیت وفلاح انسانیت سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں، استحکام پاکستان سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں، موسیقی کی حقیقت، سوغاتِ مجددی، اقوال زواریہ، تاریخ خط وخطاطین، نبوی دعائیں، اذکارِ سیرت، رمضان المبارک فضائل ومسائل، تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آج کے زندہ مسائل، خطبات محرم، درسِ سیرت، مقام محمد، حدود آرڈیننس، صراطِ مستقیم، عمدۃ السلوک، نبی رحمت وشفقت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خطابت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل ہیں۔ مذکورہ کتب کے علاوہ آپ نے ۴۰ کے قریب تحقیقی مقالات تحریر کیے ہیں۔ جو مختلف مؤقر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مقالات میں پاکستان اور عالمِ اسلام کے سماجی، معاشرتی، تعلیمی، سائنسی اور معاشی حوالے سے فکر انگیز مقالات بھی شامل ہیں۔ چند نام ملاحظہ کیجیے۔ مزدوروں کے حقوق وفرائض، تعلیمات ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں، تجارت کے اصول، ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں، بے لاگ احتساب، سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں، اسلامی نظم معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوۃ کی اہمیت، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں، موجودہ نظامِ تعلیم ایک جائزہ، نظریہ پاکستان اور بانیانِ پاکستان، مذہب اور سائنس، باہمی تعلقات اور فلاحِ انسانیت، سیرت طیبہ کی روشنی میں وغیرہ۔

۹۔ ''خطوطِ ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' مرتب سید فضل الرحمٰن: کراچی، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، اشاعت اوّل ۱۹۹۵ء۔

۱۰۔ ''مکتوباتِ معصومیہ'' خواجہ محمد معصومؒ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ مکتوب نگار حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند اور جانشین ہیں۔ مکتوبات معصومیہ کے تین دفتر (حصّے) ہیں۔ پہلے حصّے کا تاریخی نام ''درۃ التاج'' ہے، جسے آپ کے فرزند خواجہ محمد عبید اللہؒ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) نے ۱۰۳۹ھ سے ۱۰۶۳ھ تک مرتب کیا۔ دوسرے دفتر کا نام ''وسیلۃ السعادات'' ہے جو میر شرف الدین حسین بن عماد الدین محمد حسینی ہروئی نے جمع کیا اور تیسرے دفتر کا نام ''مکتوباتِ معصومیہ'' ہے اور اسے خواجہ محمد عاشور بخاری نے مدون کیا۔ دفترِ اوّل ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں مطبع نظامی، کان پور اور دفتر دوم لدھیانہ سے طبع ہوئے۔ تینوں دفاتر ایک ساتھ پہلی مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری کی تصحیح و تعلیقات سے ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء روز بازار الیکٹرک پریس امرتسر سے شائع ہوئے۔ جو معروف ہوئے۔ پاکستان

میں پہلی مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ نے عکس لے کر انھیں ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء کو شائع کیا۔

۱۱ مولانا دوست محمد قندھاریؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں ہوئی۔ والد کا نام ملا علی آخوند ہے۔ یوسف زئی قوم سے تعلق تھا۔ تحصیل علمِ ظاہری میں مشغول تھے کہ ایک واقعے سے متاثر ہو کر باطنی علوم کی طرف راغب ہوئے۔ واقعے کی تفصیل ''تحفۂ ابراہیمیہ'' میں ص ۱۳ تا ۱۵ پر ہے۔ مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے بمبئی پہنچے اور حضرت ابوسعیدؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ وصال ۲۲ شوال ۱۲۸۴ھ/۱۶ فروری ۱۸۶۸ء میں ہُوا۔ مزارِ مبارک موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خاں) میں ہے۔ (ماخوذ از ''تحفۂ ابراہیمیہ'' از دوست محمد قندھاریؒ اور ''عمدۃ السلوک'' از سید زوّار حسین شاہؒ)

۱۲ دوست محمد قندھاری، حاجی: ''تحفۂ ابراہیمیہ''، کراچی، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز طبع دوم، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۔

۱۳ صوفی محمد احمدؒ کی ولادت ضلع کرنال کے قصبے رہتک میں ۲۴ جنوری ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔ مذہبی گھرانے سے تعلق تھا۔ آپ ابتدا میں بابو نثار احمدؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے مگر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے، مولانا عبدالمجیدؒ سے بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد صوفی محمد احمدؒ نے اپنے دادا پیر خواجہ محمد سعید قریشیؒ سے تجدیدِ بیعت فرمائی۔ باطنی سفر پہلے خواجہ محمد سعید قریشیؒ کی زیرِ نگرانی طے کیا ان کے وصال کے بعد سید زوّار حسین شاہؒ سے بیعت ہوئے اور شرفِ اجازت وخلافت حاصل ہُوا۔ آپ کا وصال ۲، ۳ رجب المرجب ۱۳، ۱۴ جولائی ۱۹۷۵ء میں ہُوا۔ سوسائٹی کے قبرستان میں آخری آرام گاہ ہے۔

۱۴ خواجہ عثمان دامانیؒ کی ولادت ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء کو تحصیل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان کے قصبے لونی میں ہوئی۔ آپ کا تعلق اچکزئی قبیلے کے ابراہیم خلیل سے ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں حاجی دوست محمد قندھاریؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ عمدۃ السلوک میں بیعت کا سنہ ۸ جمادی الآخر ۱۲۶۶ھ درج ہے۔ بیعت کے بعد تمام عمر شیخ کی خدمت میں رہے۔ نقشبندیہ کے علاوہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ اور شطاریہ کے سلوک شیخ کی سرپرستی میں طے کیے اور حاجی دوست محمد قندھاریؒ نے انھیں اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کیا۔ آپ کے کتب خانہ میں اتنی کتب تھیں اُس وقت شاید ہندوستان کے کسی کتب خانے میں ہوں۔ آپ کا وصال ۲۲ شعبان ۱۳۱۴ھ/۲۶ جنوری ۱۸۹۶ء کو ہُوا۔

۱۵ مولانا حاجی محمد سراج الدین نقشبندیؒ کی ولادتِ مسعود، ۱۵ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ/۲۶ دسمبر ۱۸۷۹ء کو موسیٰ زئی شریف میں ہوئی۔ والد خواجہ حاجی محمد عثمانیؒ سے علمِ تصوف کی کتب کے علاوہ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ اور مکتوبات خواجہ محمد معصومؒ کی تینوں جلدیں پڑھیں۔ انھیں سے باطنی فیض اور خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ محمد سراج الدینؒ کا وصال ۲۶ ربیع الاوّل ۱۳۳۳ھ/۱۲ فروری ۱۹۱۵ء بروز جمعہ ہُوا۔ آپ کے خلفا کی تعداد ۲۹ ہے۔ جن کے نام ''تحفۂ زاہدیہ'' میں ہیں۔

۱۶ خواجہ احمد سعیدؒ کی ولادتِ باسعادت یکم ربیع الاوّل ۱۲۱۷ھ/۲ جولائی ۱۸۰۲ء مصطفیٰ آباد (رام پور) میں ہوئی۔ طریقت کی تعلیم تیرھویں صدی کے مجدد مولانا عبداللہ المعروف شاہ غلام علیؒ سے حاصل کی۔ جنھوں نے فرمایا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ حضرت امام مہدیؑ ہماری اولاد سے نسبت حاصل کریں گے اور مجھے (شاہ

غلام علی کو) کشفی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خواجہ احمد سعیدؒ کی اولاد سے نسبت حاصل کریں گے۔ ۲ ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور حضرت عثمان غنیؓ کے پہلو میں آخری آرام گاہ ہے۔ حاجی دوست محمد قندھاریؒ کو آپ نے اجازت وخلافت سے نوازا۔

۱۷۔ سعید، شاہ احمد: ''تحفۂ زوّاریہ''، (ترتیب، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، مترجم: محمد ظہیرالدین بھٹی)، کراچی، زوّار پبلی کیشنز، اشاعت اوّل، ۲۰۱۱ء، ص ۵

۱۸۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی ولادت باسعادت ۱۰، شوال ۱۳۳۰ھ/۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء بروز پیر، جبل پور، سی پی ہندوستان میں ہوئی۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ کی علمی وادبی خدمات کی تفصیل طویل ہے۔ کچھ کتب کے نام یہ ہیں۔ حسن غزنوی (حیات اور ادبی کارنامے، پی ایچ ڈی کا مقالہ)، تاریخ بہرام شاہ، چند فارسی شعرا، فارسی پر اردو کا اثر (ڈی لٹ کا مقالہ)، حالی کا ذہنی ارتقا سندھی اردو لغت، اردو سندھی لغت، علمی نقوش، تاریخ اسلاف، قرآنی عربی، مجدد الف ثانیؒ تحقیقی جائزہ، ندائے سحر، جامع القواعد، برصغیر میں فارسی ادب (انگریزی)، اقبال اور قرآن، مطالب القرآن، ہمارا علم وادب، منتخبات، کشکولِ مصطفائی، سندھ کے نقش بندی اولیا وغیرہ ان کے علاوہ کئی مختصر رسائل بھی تحریر فرمائے۔ آپ کا وصال ۲۰ شعبان ۱۴۲۶ھ/۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء کو ہُوا۔ آپ کی شخصیت اور فن پر ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حالات، علمی وادبی خدمات'' پر ڈاکٹر مسرور احمد زئی نے پی ایچ ڈی کیا جو شائع ہو چکا ہے۔

۱۹۔ احمد سرہندی فاروقی حضرت مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات خانقاہی ادب میں سب سے زیادہ مطالعہ میں آنے والے مکتوبات ہیں۔ یہ کاتیب تین حصّوں پر مشتمل ہیں۔ پہلے حصے کا تاریخی نام ''دارلمعرفت'' ہے، جس میں اصحابِ بدرؓ کی تعداد کی نسبت سے ۳۱۳ خطوط شامل ہیں۔ اس حصے کو مولانا یار محمد جدید بدخشی طالقانیؒ نے ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں مدوّن کیا۔ دوسرے حصے کا تاریخی نام ''نور الخلائق'' اور اس میں اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں کی تعداد کی مناسبت سے ۹۹ مکاتیب شامل ہیں۔ اسے مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ شیخ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری نے ۱۰۲۸ھ/۱۶۹۱ء میں ترتیب دیا۔ تیسرا حصے کا تاریخی نام ''معرفۃ الحقائق'' ہے اور اس میں ۱۲۴ مکاتیب ہیں۔ اسے خواجہ محمد ہاشمؒ نے ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں جمع کیا۔ ''مکتوبات مجدد الف ثانیؒ'' فارسی متن میں پہلی مرتبہ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں مطبع احمدی، دہلی سے شائع ہُوا۔ (تعمیرِ افکار (بیادسید زوّار حسین شاہؒ، ص ۲۲۲)

۲۰۔ ہدایت علی جے پوریؒ کی ولادت رام پور میں ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں ہوئی۔ تعلیم مکمل کر کے اپنے بہنوئی حاجی محمد علی کے پاس جے پور تشریف لے آئے۔ یہاں محمد علی شیر خان نقشبندی سے بیعت فرمائی۔ آپ کی تصانیف میں فتوح الحرمین، معیار السلوک، احسن التقویم، دُرِّ لاثانی (ترجمہ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ، (جلد اوّل، دوم، سوم)، مکتوبات حضرت مولانا معصومؒ، مثنوی مولانا رومؒ۔ آپ کا وصال ۱۷، جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء میں ۹۳ سال تین ماہ کی عمر میں ہُوا۔ (ماخوذ از ''انتخابِ مکتوبات'')

۲۱۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر: ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حالات، علمی وادبی خدمات''، حیدرآباد، ادارۂ انوارِ ادب، طبع اوّل، ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۷

۲۲ محمد مسعود احمدؒ کی ولادتِ باسعادت ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء میں دہلی بھارت میں ہوئی، والد کا نام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ، دہلوی تھا جو جامع مسجد فتح پور دہلی کے شاہی امام تھے۔ پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کا موضوع ''اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر'' ہے، جس میں آپ نے ۶۰۰ سے زائد اردو تراجم کا جائزہ لیا ہے۔ آپ کے شیوخِ طریقت میں والد صاحب کے علاوہ مفتی محمد محمود شاہ الوریؒ اور پیر زین العابدین شاہ گیلانی شامل ہیں۔ اوّل الذکر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور آخری الذکر سلسلہ عالیہ قادریہ سے ہیں۔ آپ کی شخصیت اور علمی خدمات پر اعجاز انجم لطیفی نے پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ تحریر کیا۔ آپ کا وصال ۲۷ اپریل ۲۰۰۸ء کو ہُوا۔ مزارِ مبارک ملیر کینٹ کراچی میں مرجع خلائق ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی علمی وتحقیقی خدمات قابلِ رشک ہیں، ان میں سے اہم یہ ہیں۔ شاہ محمد غوث گوالیاریؒ، تذکرۂ مظہرِ مسعود، اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر (غیر مطبوعہ)، فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، حیاتِ مظہری، عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرتِ مجدد الف ثانی، موجِ خیال، تنقیدات وتعاقباتِ امام احمد رضاؒ، شاعرِ محبت، حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، محبت کی نشانی، حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی، آخری پیغام، جمالِ خوباں، آئینہ رضا وغیرہ مذکورہ تصنیفات کے علاوہ آپ نے تراجم بھی کیے ان میں حیدر آباد کی معاشی تاریخ (محمد حسین ترک کی انگریزی تالیف)، تمدن ہند پر اسلامی اثرات (ڈاکٹر تاراچند کی انگریزی کتاب) آپ کا وصال ۲۷، اپریل ۲۰۰۸ء کو کراچی میں ہوا۔

۲۳ مفتی شاہ محمد مظہر اللہؒ کی ولادتِ سعید ۱۵، رجب ۱۳۰۳ھ/۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء میں دہلی میں ہوئی۔ والد کا نام مولانا محمد سعیدؒ اور دادا کا نام شاہ محمد مسعودؒ تھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں سید صادق علی شاہؒ سے گورداس پور مشرقی پنجاب بھارت میں بیعت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے اجداد کے پاس جامع مسجد فتح پور دہلی کی امامت وخطابت کا منصب رہا جو انیسوی صدی عیسوی میں آپ کو تفویض کیا گیا، ساٹھ سال (''المظہر'' کراچی، شمارہ ۸۰) یا ستر سال (مکاتیبِ مظہری) تک آپ اس منصبِ عالی پر فائز رہے۔ آپ کی فقہی خدمات میں فتووں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جو شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن پاک کا اردو ترجمہ وحواشی ''تفسیر مظہر القرآن'' بھی ۱۹۴۱ء میں دہلی سے شائع ہُوا تھا۔ مکاتیب کا مجموعہ ''مکاتیبِ مظہری'' کے نام سے آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ نے ترتیب دیا۔ دیگر تصانیف میں مظہر الاخلاق، ارکانِ دین، مظہر العقائد، مواعظِ مظہری اور خزینۃ الخیرات شامل ہیں۔ آپ کا وصال ۸۵ سال کی عمر میں ۱۴ شعبان ۱۳۸۶ھ/ ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء، دہلی میں ہُوا۔ (ماخوذ از، مکاتیبِ مظہری، المظہر شمارہ ۶۶۔۶۷ اور ۸۰)

۲۴ مولانا جاوید اقبال مظہری ۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبدالستار مظہری، مفتی محمد مظہر اللہؒ سے بیعت تھے۔ ۱۹۶۴ء میں آپ نے بھی اُن سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں اجازتِ بیعت عطا فرمائی ان کے علاوہ صاحب زادہ ابوالخیر محمد زبیر نے بھی خلافت سے نوازا ہے۔ مولانا جاوید اقبال مظہری کئی کتابوں اور مقالات کے مصنف اور مؤلف ہیں۔ ان میں سوئے جاناں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شمسِ معرفت حضرت سید امام علی شاہؒ، آفتابِ ہدایت، دل کی ٹھنڈک، حسنِ خلق، عارف

کامل، ملفوظاتِ مظہری، ارشاداتِ مفتی اعظم وغیرہ۔

۲۵ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت'' کراچی، مظہری پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۴

۲۶ خواجہ محمد عبدالغفار المعروف پیر مٹھاؒ کی ولادت ۱۸۸۰ء میں جلال پورہ پیروالہ کے گاؤں لنگر شریف میں ہوئی۔ والد یار محمدؒ ایک باعمل عالم، متقی اور روحانی شخصیت تھے۔ دورانِ تعلیم ہی آپؒ جلال پور والا کے ایک قادری بزرگ حافظ فتح محمدؒ سے بیعت ہوئے۔ مٹھا سائیںؒ نے تبلیغ کی غرض سے سب سے پہلے اپنے آبائی گاؤں میں عاشق آباد کے نام سے مرکز قائم کیا، جہاں آپؒ کے مرشد بھی تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ کا اندازِ تبلیغ نہایت مشفقانہ تھا، مادری زبان سرائیکی تھی جو سندھی اور پنجابی کا حسین سنگم ہے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو لہجے میں ایک مٹھاس ہوتی ،اس لیے لوگ آپ کو پیر مٹھا کہنے لگے۔ سندھ میں آپؒ نے خانقاہی نظام کو کافی ترویج دی۔ پیر مٹھا سائیںؒ کی آمد سے قبل سندھ میں گمراہی عام ہو چکی تھی۔ لوگ نماز اور دینی تعلیمات سے غافل ہو گئے تھے۔ مساجد ویران ہو چکیں تھیں۔ آپ کی آمد سے طاغوتی قوتیں کمزور ہوئیں۔ تمام خلفا کو جمع کر کے اللہ بخشؒ سوہنا سائیں کو سجادہ نشینی عطا فرمائی۔ ۸۴ برس کی عمر میں ۸ شعبان ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں وصال فرمایا۔ رحمت پور ہی میں مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

۲۷ پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی نقش بندی کی ولادت یکم اکتوبر ۱۹۵۵ بروز ہفتہ ہارون آباد ضلع بھاول نگر میں ہوئی، آپ کے آبا و اجداد کا تعلق راجھستان کی ریاست بیکانیر سے ہے۔ ۲۰ سال کی عمر میں سلسلہ نقش بندیہ کے بزرگ خواجہ اللہ بخش المعروف سوہنا سائیںؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، اور مرشد کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی نے عوام و خواص میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچانے کے لیے ''اسلامی روحانی مشن'' کے نام سے ایک عالمی تنظیم قائم کی ہے، جس کے تحت ان کے تبلیغی دورے پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں ہوتے رہتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود الٰہی کئی کتب کے مصنف ہیں، ان میں مکتوباتِ مقصودیہ، زیارت حرمین شریفین اور سفرنامہ ہند پاک (سفرنامے)، خطباتِ مقصودیہ، رسائل مقصودیہ، رزق کی تنگی، مومن کی معراج، وسیلہ وغیرہ۔ خانقاہ سے ایک ماہ نامہ ''المقصود'' بھی جاری ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ ویڈیو اور آڈیو تقاریر بھی ہیں۔ کئی مقامات پر سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔

۲۸ محمد اعلیٰ، حاجی: ''پیش لفظ'' بشمولہ شیخ احمد فاروقی سرہندی: ''مکتوبات مجدد الف ثانیؒ'' دفتر اوّل، حصہ اوّل، (مترجم: زوّار حسین شاہ، مولانا سید) کراچی، ادارہ مجددیہ ۱۹۹۰ء، ص ۲۷

۲۹ ایضاً، مکتوب ۲۱۴، ص ۹۴۔

۳۰ نذیر رانجھا، محمد: ''حضرت شاہ صاحب کے تراجم'' مشمولہ تعمیر افکار'، بیاد زوار حسین شاہؒ (مدیر: سید عزیز الرحمٰن) شمارہ مسلسل ۸۵، جلد ۹، شمارہ ۱۱، ۱۲، دسمبر ۲۰۰۸ء، ص ۲۲۳۔

۳۱ محمد اعلیٰ، حاجی: ''پیش لفظ'' بشمولہ شیخ احمد فاروقی سرہندی: ''مکتوبات مجدد الف ثانیؒ'' دفتر اوّل، حصہ اوّل، ص ۲۷

۳۲ معصوم، خواجہ محمد: ''مکتوباتِ معصومیہ''، دفتر اوّل، اردو ترجمہ: مولانا سید زوّار حسین شاہؒ، کراچی، ادارہ مجدّدیہ، طبع دوم، ۱۹۸۶ء، ص ۱۸۔

۳۳۔ ''تعمیر افکار''، بیادزوار حسین شاہ، ص ۲۳۰۔
۳۴۔ محمد معصوم، خواجہ: ''مکتوباتِ معصومیہ''، دفتر اوّل، ص ۱۶۲
۳۵۔ عثمان دامانیؒ، خواجہ محمد، خواجہ سراج الدین: ''تحفۂ زاہدیہ''، کراچی، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، طبع دوم، ۲۰۰۰ء، ص ۲۶۔
۳۶۔ صوفی محمد احمد: ''پیش لفظ''، بشمولہ، دوست محمد قندھاری، حاجی: ''تحفۂ ابراہیمیہ''، ص ۹۔
۳۷۔ خواجہ محمد عثمان دامانیؒ، خواجہ سراج الدین: ''تحفۂ زاہدیہ''، ص ۲۶۔
۳۸۔ دوست محمد قندھاری، حاجی: تحفۂ ابراہیمیہ، ص ۴۵
۳۹۔ خواجہ محمد عثمان دامانیؒ، خواجہ سراج الدین: تحفۂ زاہدیہ، ص ۴۲
۴۰۔ ایضاً، ص ۶۸
۴۱۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر: ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حالات، علمی وادبی خدمات''، ص ۷۶۳
۴۲۔ مرزا مظہر جانِ جاناںؒ ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۰ھ بمطابق ۳ مارچ ۹۹۔۱۶۹۸ء کالا باغ صوبہ مالوہ میں پیدا ہوئے، آپ حضرت نور محمد بدایونی نقشبندی، مجددی سے بیعت ہوئے، تصوّف اور روحانیت کی طرف زیادہ میلان تھا۔ آپ کی تصنیفات میں (۱) دیوانِ فارسی (۲) خریطۂ جواہر اس انتخاب میں کم وبیش پانسو (۵۰۰) معروف و غیر معروف شعرا کا انتخابِ کلام ہے۔ (۳) مکاتیبِ نثر (فارسی) اِن خطوط میں شریعت وطریقت، سلوک وتصوف کے مسائل ونکات کو بیان کیا گیا ہے۔ ۳۲ خطوط پر مشتمل پہلا مجموعہ ''مقامات مظہری'' کے نام سے ان کے مرید شاہ غلام علی نے مرتب کیا۔ دوسرا ۸۸۱ خطوط پر مشتمل ''کلمہ طیبات'' کے نام سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ۱۹۶۲ء میں ۹۱ خطوط کا اردو ترجمہ کر کے شائع کیا۔ مختلف تذکروں میں ۱۲۴ اشعار عبدالرزاق قریشی نے یک جا کیے ہیں۔ جب ایہام گوئی کے رجحان نے اردو زبان وشاعری کو متاثر کیا تو اس کی مخالفت اور اردو کی اصلاح اور ترقی کے لیے مظہر جان جاناں نے باقاعدہ کاوشیں کیں۔ اُن کی اردو زبان وادب کے حوالے سے ادبی خدمت یہ ہے کہ انھوں نے فارسی اور اردو کو ایک ہی تار میں بُننے کی سعی کی اور اپنے شاگردوں کو بھی یہ زبان اختیار کرنے کی تربیت دی۔ نواب نجف خان نے انھیں ایک بااثر مخالف سمجھ کر ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء میں قتل کرا دیا تھا۔
۴۳۔ خواجہ سیف الدینؒ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں ہوئی۔ آپ خواجہ محمد معصومؒ کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ اورنگ زیب بادشاہ کے شہزادے مریدین میں سے تھے۔ آپ کی خانقاہ سے دونوں وقت ہزار ڈیڑھ ہزار افراد کھانے سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان کا وصال ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء میں ہُوا۔ مزار مبارک سرہند شریف میں ہے۔
۴۴۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر: ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حالات، علمی و ادبی خدمات''، ص ۶۳۰ تا ۶۳۲، ۷۶۱ تا ۷۶۴، ۷۷۸ تا ۷۸۲
۴۵۔ ایضاً، ص ۶۳۲
۴۶۔ وکیل احمد، محمد: ''سراج الادب'' کراچی، المصطفیٰ اکیڈمی، طبع اوّل، ۱۹۹۷ء، ص آخر
۴۷۔ حافظ منیر احمد، مقدمہ، مشمولہ، زوّار حسین شاہؒ، سید: ''مکتوباتِ زوّاریہ''، کراچی، گابا سنز، سنہ ندارد، صفحہ نمبر ندارد

۴۸ تعمیرِ افکار، بیادِ زوار حسین شاہ، ص۷۰۰۔
۴۹ زوّار حسین شاہؒ، سید: ''مکتوباتِ زوّاریہ''ص۵۸۔
۵۰ ایضاً، ص۶۰۔
۵۱ زوّار حسین شاہؒ، سید: ''مکتوباتِ زوّاریہ''، ص۱۲۔
۵۲ ایضاً، ص۱۸۰۔
۵۳ غلام مصطفیٰ خاں: ''مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ''''، (مرتب خالد محمد)، حیدرآباد، زبیر پبلی کیشنز، اشاعتِ اوّل، ۱۹۹۷ء، ص۳۰۱۔
۵۴ ایضاً، ص۸۱۔
۵۵ ایضاً، پس ورق۔
۵۶ ایضاً، ص۹۔
۵۷ ایضاً، ص۱۹
۵۸ ایضاً، عرض مرتب۔
۵۹ ایضاً، ص۳۰۸، ۳۰۹۔
۶۰ ایضاً''ص۱۶۲۔
۶۱ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد ''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا''، کراچی، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، اشاعت اوّل ۲۰۰۵ء، ص۷
۶۲ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا''، ص۵۔
۶۳ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا''، ص۵۲۔
۶۴ ایضاً، ص۶۳۔
۶۵ ایضاً، ص۱۵۹،
۶۶ ایضاً، ص۵۸۔۵۹۔
۶۷ ایضاً، ص۳۱۸۔
۶۸ ایضاً، ص۵۹۔
۶۹ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا''، ص۳۲۰۔
۷۰ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوباتِ مسعودی'' (مرتب: عبدالستار طاہر)، کراچی، ادارۂ مسعودیہ، اشاعت اوّل ۲۰۰۲ء، ص۶۔
۷۱ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوباتِ مسعودی''، ص۶۹۔
۷۲ ایضاً، ص۷۳۔
۷۳ ایضاً، ص۱۱۔

۷۴۔ فیاض احمد کاوش، پروفیسر۔ مینارۂ نور مولانا پروفیسر محمد مسعود احمد' ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور نومبر ۱۹۷۶ء بحوالہ مکتوباتِ مسعودی، ص ۶۔

۷۵۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوبات مسعودی''، ص ۶۔

۷۶۔ ذوالفقار علی دانش: ''راحتِ قلب و جاں'' مشمولہ، اکرم قریشی مسعودی، محمد: ''یادگارِ مسعودِ ملّت''، میر پور خاص، شرکتِ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء، ص ۲۱۔

۷۷۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوبات مسعودی''، ص ۱۷۔

۷۸۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری''، (مرتب: محمد عبدالستار طاہر) کراچی، مظہر پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۲۔

۷۹۔ ایضاً، ص ۴۴۔

۸۰۔ ایضاً، ص ۸۔

۸۱۔ ایضاً، ص ۹۔

۸۲۔ ایضاً، ۴۲۔

۸۳۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: ''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملّت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری''، ص ۱۴۔

۸۴۔ مٹھا سائیں، عبدالغفار فضلی نقشبندی: ''مکتوبات غفاریہ'' جلد اوّل، لاڑکانہ، خانقاہ عالیہ رحمت پور، ۱۴۳۱ھ، ص ۱۔

۸۵۔ مٹھا سائیں، عبدالغفار فضلی نقشبندی: ''مکتوبات غفاریہ''، جلد اوّل، ص ۵۔

۸۶۔ ایضاً، ص ۵

۸۷۔ ایضاً، ص ۶۔

۸۸۔ ایضاً، ص ۷۔

۸۹۔ ایضاً، ص ۸۔

۹۰۔ ایضاً، ۹، ۱۰۔

۹۱۔ ایضاً، ص ۱۱

۹۲۔ ایضاً، ص ۶۲۔

۹۳۔ ایضاً، ص ۴۹

۹۴۔ 'مٹھا سائیں، عبدالغفار فضلی نقشبندی: 'مکتوبات غفاریہ' جلد اوّل، ص ۲۴۔

۹۵۔ ایضاً، ص ۳۲۔

۹۶۔ ایضاً، ص ص ۶۳۔

۹۷۔ ایضاً، ص ۶۴۔

۹۸۔ ایضاً، ص ۴۵۔

۹۹ ایضاً،۱۰۔
۱۰۰۔ مقصود الٰہی نقشبندی: ''مکتوباتِ مقصودیہ''،(مرتب محمد ندیم مقصودی)،کراچی اسلامی روحانی مشن پاکستان،سنہ ندارد،ص۲۳
۱۰۱ ایضاً،ص۱۷
۱۰۲ ایضاً،ص۳۸۔
۱۰۳ ایضاً،ص۴۱
۱۰۴ ایضاً،ص۵۵
۱۰۵ ایضاً،ص۵۲۔

کتابیات

قرآن شریف۔

۱۔ اکرم قریشی مسعودی،محمد: ''یادگارِ مسعودِ ملّت''،میر پور خاص،شرکتِ اسلامیہ،۲۰۰۹ء۔
۲۔ حفیظ صدیقی،ابوالاعجاز: ''کشاف تنقیدی اصطلاحات''،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،طبع دوم،۱۹۸۵ء۔
۳۔ حمید اللہ،ڈاکٹر: ''سیاسی وثیقہ جات''لاہور،مجلسِ ترقی ادب،اشاعت
۳۔ دوست محمد قندھاری،حاجی: ''تحفۂ ابراہیمیہ''،کراچی،زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز طبع دوم،۱۹۹۸ء۔
۴۔ زوّار حسین شاہؒ،سید: ''عمدۃ السلوک'' کراچی،زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز،چھٹا ایڈیشن،۲۰۰۹ء۔
۵۔ شیخ احمد فاروقی سرہندی: ''مکتوبات مجدد الف ثانیؒ'' دفتر اوّل،حصہ اوّل،(مترجم: زوّار حسین شاہ،مولانا سید) کراچی،ادارۂ مجددیہ ۱۹۹۰ء۔
۶۔ عبدالقدوس ہاشمی: ''تقویمِ تاریخی''،اسلام آباد،ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی،طبع دوم،۱۹۸۷ء
۷۔ عثمان دامانیؒ،خواجہ محمد،خواجہ سراج الدین: ''تحفۂ زاہدیہ''،کراچی،زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز،طبع دوم،۲۰۰۰ء
۸۔ غلام مصطفیٰ خاںؒ،ڈاکٹر''مکتوبات''،جلد اوّل،مرتب: خالد محمود،حیدرآباد،زبیر پبلی کیشنز،اشاعت اوّل،۱۹۹۷ء۔
۹۔ غلام مصطفیٰ خاںؒ،ڈاکٹر''مکتوبات''،جلد دوم،مرتب: خالد محمود،حیدرآباد،زبیر پبلی کیشنز اشاعت اول،۱۹۹۹ء۔
۱۰۔ سعید،شاہ احمد: ''تحفۂ زوّاریہ''،(ترتیب،ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں،مترجم: محمد ظہیر الدین بھٹی)،کراچی،زوّار پبلی کیشنز،اشاعت اوّل،۲۰۱۱ء۔
۱۱۔ سید فضل الرحمٰن: ''خطوطِ ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''،کراچی،زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز،اشاعت اوّل،۱۹۹۵ء۔
۱۲۔ مٹھا سائیں،عبدالغفار فضلی نقشبندی: ''مکتوبات غفاریہ'' جلد اوّل،لاڑکانہ،خانقاہ عالیہ رحمت پور،۱۴۳۱ھ۔
۱۳۔ محمد اعلیٰ،حاجی: ''حالات،رئیس الخطاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دہلویؒ''،(مرتب: ڈاکٹر لام مصطفیٰ خاںؒ) حیدرآباد،المصطفیٰ اکیڈمی،اکتوبر ۲۰۰۲ء۔

۱۴۔ مسعوداحمد،ڈاکٹرمحمد"مکتوباتِ مسعودی"(امام احمد رضا پر تحقیقی نکات)،"مرتب:صوفی عبدالستار نقشبندی" کراچی،ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا،اشاعت اوّل ۲۰۰۵ء۔
۱۵۔ مسعود احمد،ڈاکٹرمحمد:''مکتوباتِ حضرت مسعودِ ملت بنام مولانا جاوید اقبال مظہری''،مرتب؛محمد عبدالستار طاہر،کراچی،مظہر پبلی کیشنز،۲۰۰۳ء۔
۱۶۔ مسعوداحمد،ڈاکٹرمحمد:'' مکتوباتِ مسعودی''(غم نامے اور تعزیت نامے)،''مرتب؛محمد عبدالستار طاہر نقشبندی''،کراچی،ادارۂ مسعودیہ،اشاعت اوّل ۲۰۰۲ء۔
۱۷۔ مسرور احمد زئی،ڈاکٹر:ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں،حالات،علمی وادبی خدمات''،حیدرآباد،ادارۂ انوارِ ادب،طبع اوّل،۲۰۰۶ء۔
۱۸۔ مظہراللہ،مفتی شاہ محمد:''مکاتیبِ مظہری''،مرتب؛ڈاکٹر مسعوداحمد،کراچی،ادارہ مسعودیہ،بارِاوّل،۱۹۹۹ء۔
۱۹۔ معصوم،خواجہ محمد:''مکتوباتِ معصومیہ''،دفتر اوّل،اردو ترجمہ؛مولانا سید زوار حسین شاہؒ،کراچی،ادارہ مجدِدیہ،طبع دوم،۱۹۸۶ء۔
۲۰۔ مقصود الٰہی نقشبندی:''مکتوباتِ مقصودیہ''،(مرتب محمد ندیم مقصودی)،کراچی اسلامی روحانی مشن پاکستان،سنہ ندارد۔
۲۱۔ وکیل احمد،پروفیسر محمد:''سراج الادب''،کراچی،مصطفٰی ایجوکیشنل سوسائٹی،طبع اوّل،۱۹۹۷ء۔
۲۲۔ ہدایت علی،محمد:''انتخابِ مکتوبات''،ناشر؛ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاںؒ،تفصیلات ندارد۔

رسائل

۱۔ ''تعمیر افکار''،بیادِ زوار حسین شاہؒ(مدیر:سید عزیز الرحمٰن)شمارۂ مسلسل ۸۵،جلد۹،شمارہ ۱۱،۱۲،دسمبر ۲۰۰۸ء۔
۲۔ ''المظہر''،مفتیِ اعظم نمبر(مدیر:ابوالسرور محمد مسرور احمد)،شمارہ ۸۰،اگست وستمبر ۲۰۰۸ء،
۳۔ ''المظہر''،مفتیِ اعظم نمبر(مدیر:ابوالسرور محمد مسرور احمد)،شمارہ ۶۶۔۶۷،اگست ۲۰۰۷ء۔

ویب سائٹ

www.almazhar.com
www.hdgmk.com
www.islahemuslimeen.org
www.islamiroohanimission.org